بہو اور داماد پر
سسرال کے حقوق
www.KitaboSunnat.com
اُمِّ عبدِ مُنیب
مشربہ علم و حکمت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بہو اور داماد پر سسرال کے حقوق

اُمِّ عبدِ مُنیب

مشربہ علم و حکمت

ندیم ٹاؤن ڈاکخانہ اعوان ٹاؤن لاہور

0321-4609092

نام کتاب ______ سسرال کے حقوق بہواور داماد پر

اہتمام ______ محمد عبد منیب

اشاعت اول ______ ۱۴۲۲ھ

اشاعت ہفتم ______ ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ

قیمت ______ 40:00

ناشر: مشربہ علم وحکمت (دار الشکر)

ندیم ٹاؤن ملتان روڈ لاہور۔ پاکستان 0321-4609092 0300-4270553

ڈسٹری بیوٹر: دار الکتب السلفیہ

(4 شیش محل روڈ لاہور۔ پاکستان 54000) Ph:092-042-7237184

☆ البلاغ Shop #: 4-LG لینڈ مارک پلازہ، جیل روڈ۔ لاہور

فون: 0300-8880450042-5717843

☆ اسلام آباد مکان نمبر 264 گلی نمبر 90 سیکٹر i-8/4 اسلام آباد۔

فون: 0300-5148847

فہرست

☆ایک وضاحت	۵
☆خطبۂ نکاح کا پیغام	٦
☆حرف آغاز	۱۱
❁ مرد پر سسرال کے حقوق	۱۴
☆مرد پر سسرال کے حقوق کیوں	۱٦
☆رسول اللہ ﷺ کا اسوہ بحیثیت داماد	۲۰
☆خوشگوار تعلقات	۲۱
☆سسرال کے ساتھ مزید قرابت پیدا کرنا	۲۲
☆سسرال کی تکریم	۲۳
☆سسرال کے ہاں عطیات بھیجنا	۲۵
☆بے سہارا سسرالی افراد کی کفالت	۲۸
☆سسرال کے ساتھ احسان	۲۹
☆سسرالی افراد کی آمد پر اظہار محبت	۳۱
☆سسرال سے اظہار محبت	۳۱
☆معذور اور عمر رسیدہ افراد کو خود جا کر ملنا	۳۱
☆مرد پر سسرال کے حقوق ایک نظر میں	۳۳
❁ داماد کے حقوق سسرال پر	۳۵
☆ساس اور سسر کا منتخب بیٹا	۳۵
☆داماد کی خوبیوں کا اعتراف	۳٦
☆بیٹی کی حمایت یا داماد کی خیر خواہی	۳۷
☆داماد کے حقوق ایک نظر میں	۴۰

❁ بہو پر سسرال کے حقوق ۴۲
☆ حقوق کا مروجہ مفہوم ۴۳
☆ حقوق کی نوعیت ۴۴
☆ عورت پر مرد کے اہل خانہ کے حقوق ۴۸
☆ کم سن بچوں کی نگہداشت ۵۰
☆ ساس' سسر دیگر عمر رسیدہ افراد کی نگرانی ۵۲
☆ بچوں کو خاوند کے اقرباء سے مانوس رکھنا ۵۴
☆ دیگر سسرالی اقربا کے حقوق ۵۶
❁ بہو کے حقوق سسرال پر ۵۹
☆ بہو سسرالی نسل کی ماں ۵۹
☆ بہو بمنزلہ بیٹی ۶۰
☆ بہو کے لیے اپنا گھر ۶۱
☆ سسرالی مردوں سے پردہ ۶۲
☆ مشترکہ رہائش کی صورت میں ۶۴
☆ بیٹے سے بہو کا حق دلائیں ۶۴
☆ بیٹے کی مردانہ صحت اور والدین کی ذمہ داری ۶۶
☆ بہو کو طلاق دلوانے کا حق ۷۰
❁ حرف آخر ۷۷
☆ علاج ۷۷
☆ احتیاط ۷۸
☆ دعا ۷۹

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایک وضاحت

زیرِ نظر کتابچے میں راقمہ نے قرآن وحدیث سے سسرال کے حقوق و فرائض کے بارے میں جو تفصیلات یا اشارات ملتے ہیں ان کو یک جا کرنے کی کوشش کی ہے تاکہ وہ مربوط شکل میں سامنے آ جائیں۔ قرآن وحدیث وہ پیمانہ ہے جس پر ہم اپنی زندگی کی عمارت استوار کرنے کے پابند ہیں۔

اس کتابچے میں قرآن وحدیث کے علاوہ جو نتائج اخذ کیے گئے ہیں وہ راقمہ کی ذاتی سوچ ہے، یہ سوچ حرفِ آخر نہیں، اس سے اتفاق یا اختلاف کرنے کی گنجائش بھی موجود ہے۔ اگر اہلِ علم کسی تساہل کی طرف توجہ دلائیں گے تو یہ ان کی مہربانی ہوگی۔

وما توفیقی الا باللہ

احقرہ: اُمِّ عبدِ منیب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہِ نکاح کا پیغام

اللہ عزوجل کی بارگاہ میں بے حدوحساب سربسجود حمدوثنا کے بعد لاتعداد عجزونیاز کے ساتھ صلوٰۃ وسلام ہو، رحمت للعالمین، خاتم النبیین پر، ان کی ازواجِ مطہرات، آل اور اصحاب پر۔ آمین ثم آمین!

مولفہ امِّ عبدِ منیب کے پیشِ نظر معروضات کا تعلق اسلامی تعلیمات کی روشنی میں معاشرہ کے بنیادی اور انتہائی حساس رشتوں کے ایک دوسرے پر حقوق سے ہے۔

بلاشبہ معاشرہ کے باہم حقوق سے متعلق تعلیماتِ اسلامی کے ایک ایک حرف میں اولادِ آدم کی خیر و بھلائی کا ابرِ رحمت پوشیدہ ہے جو برستا تو سب پر ہے لیکن افرادِ معاشرہ اپنی اپنی قسمت یا فطرت کے مطابق اس سے جتنے بھی فیضیاب ہوتے ہیں۔ اتنے ہی نفسیاتی، معاشرتی، انفرادی

اور اجتماعی بیماریوں سے شفایاب ہوتے ہیں۔

دنیا کے قدیم ترین معاشرہ کا انسان بھی اور آج جدید دور کا انسان بھی اس سچائی کو تسلیم کرتا ہے کہ نسلِ آدم وحوا کا نقطۂ آغاز مرد اور عورت کا نکاح ہے۔ جس کے بعد نئے گھرانے اور رشتوں کا سلسلہ چلتا ہے اور پھر بڑھتا ہی چلا جاتا ہے۔ اس اہم ترین تقریب پر دولہا، دولہن اور اس کے قریب و دور کے رشتوں کو خطبہ نکاح کی صورت میں تعلیماتِ اسلامی سے ہمیں کیا ہدایات ملتی ہیں؟ ذرا غور فرمائیے۔

يَاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً. (النساء:۱)

”اے لوگو! اپنے رب کی نافرمانی سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی جان سے اس کا جوڑا پیدا کیا۔ پھر ان دونوں کے ذریعہ سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلائیں“۔

توجہ فرمائیے! اللہ عزوجل اپنی اس ناقابلِ تردید دلیل کے ساتھ ہمیں

یہ احساس دلاتے ہیں کہ اس تقریب میں بڑے طمطراق سے شامل ہونے والو! یہ تقریبِ نکاح...... یہ اصول...... یہ ضابطہ...... ہمارا ہی قائم کردہ ہے۔ تم اس کے پابند ہو، تمہارے لئے اس کے سوا، تمہاری نسل کو آگے چلانے کا کوئی چارہ کار ہی نہیں۔ تمہارے لئے بہتر ہے کہ تم میری نافرمانی سے بچتے رہو۔ میں تمہارا پروردگار ہوں۔ تمہاری اولاد کو پالنے کا ذمہ میرا۔ منصوبہ بندی کے چکر میں ہماری نافرمانی نہ کرنا' کیوں کہ نکاح کا مقصد افزائشِ نسل ہے، نسل کشی نہیں۔

ایک اور ہدایت: ارشاد ہے:

وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَاءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ. اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا. (النساء: ۱)

"لوگو اس پالنے والے اللہ عزوجل کی ناراضگی سے بچتے رہنا۔ جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے اپنے حقوق مانگتے ہو۔ (اولوالارحام) رشتہ داروں کے حقوق کا پاس ولحاظ رکھنا اور (ہر سانس پہ) یقین جانو کہ اللہ تمہاری نگہبانی کر رہا ہے"۔ (یعنی تم جہاں بھی ہو اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں ہو)

ایک انتہائی جامع اور مفید ہدایت:

یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا.

''اے ایمان والو! اللہ کی نافرمانی سے بچتے رہنا۔ اور جو بات کہنا وہ صاف، سیدھی، سچ، معقول اور مستحکم کہنا''۔ (الاحزاب: ۷۰)

یہ خطاب دولہا، دولہن، ساس، سسر گویا تمام رشتہ داروں سے ہے۔ یقین مانیے سب افرادِ معاشرہ اور تمام رشتے اگر اس اصول کو زندگی کا راہنما بنالیں تو آپس میں جھگڑے ہی نہ ہوں۔ ایک دوسرے کی حق تلفی نہ ہو۔ نتیجہ یہ ہوگا:

یُصْلِحْ لَکُمْ اَعْمَالَکُمْ وَیَغْفِرْلَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا. (الاحزاب: ۷۱)

''اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کی اصلاح کر دیں گے اور گناہوں پر معافی کا پردہ ڈال دے گا''۔

جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری کریں گے وہ دونوں جہانوں میں کامیابی سے سرفراز ہوں گے۔ اصولاً یہ خطبہ نکاح

خوان علماء کو چاہیے کہ تمام حاضرین کو ترجمہ کے ساتھ سنائیں مگر افسوس ایسا نہیں ہوتا۔

میری قابلِ صد احترام بہنو اور بھائیو! کتنے قابلِ رحم ہیں وہ لوگ جو یورپ کے ایک انسان جس کی عقل محدود...... جس کا علم محدود...... جو خود بے بس ولاچار...... جس کو اپنے ایک لمحہ کے انجام کی خبر نہیں۔ اس کے کہنے پہ کہ (اگر دنیا کی آبادی بڑھ جائے گی تو نسلِ آدم بھوکی مر جائے گی) یقین کر کے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اپنی توانائیاں صرف کر دیں۔ بچوں کا حقِ زندگی چھین لیں اور پھر یہ بھی کہیں کہ میں مسلمان ہوں!

اے اللہ تعالیٰ امتِ مسلمہ میں شامل ایسے افراد کی اصلاح فرما۔ ان پر رحم فرما اور ہم سب کو بھی اور ہماری اولاد کو بھی اپنا اور رسول اکرم ﷺ کا فرماں بردار بنا اور ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین!

فقیر بارگاہ ربِ اعلیٰ واکبر

محمد مسعود عبدہٗ (عفی اللہ عنہ)

۱۴۱۷ھ

حرفِ آغاز

اسلام کے معاشرتی نظام میں خاندان کو اساسی حثیت حاصل ہے۔ خاندان کا استحکام ہی تمدن کے استحکام کی علامت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام کے نصابِ حیات قرآن وحدیث میں خاندان کی تشکیل وتعمیر کے لئے واضح احکام وہدایات ملتی ہیں۔ قرآنِ پاک میں سورہ نسآء مکمل طور پر اسی موضوع کی نمائندگی کرتی ہے۔ نکاح وہ تقریب با وقار ہے جس سے خاندان کے اساسی ارکان مرد وعورت کے سسرال کا رشتہ ظہور میں آتا ہے۔

اسلام انسانی رشتوں میں باہم محبت، احترام، وفا، خلوص، ہمدردی، ایثار، عدل، احسان، اور باہمی تعاون کا درس دیتا ہے۔ میکے ہوں یا سسرال دونوں اپنی جگہ محترم ہیں۔ دونوں انسان کی بنیادی ضرورت نکاح کے اظہار کا نام ہیں۔ دونوں ہر گھر کی تنظیمی عمارت کا بنیادی ستون

ہیں۔ دونوں بقائے نسلِ انسانی کے امین ہیں۔ فرمانِ الٰہی ہے:

وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا وَجَعَلَهُ نَسَبًا وَّصِهْرًا وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيرًا. (الفرقان: ٥٤)

''اور وہ ایسا ہے جس نے پانی سے آدم کو پیدا کیا۔ پھر اس کو نسب والا اور سسرال والا بنایا اور تیرا رب بڑی قدرت والا ہے''۔

مرد و عورت پر سسرال کے حقوق کی ادائیگی اسی طرح یکساں فرض ہے جس طرح ان دونوں کی اپنی ذات کے حقوق ایک دوسرے پر یکساں فرض ہیں۔ اگر دونوں میں سے کوئی ایک چاہتا ہے کہ اس کا شریکِ زندگی اس کے اقرباء سے اچھا سلوک کرے تو اپنے زوج کے اقرباء سے اچھا سلوک کرنا اس کا اپنا بھی فرض ہے۔

حق سے مراد وہ طرزِ عمل یا مالی یا جسمانی فائدہ ہے جسے انسان اپنی ذات کے حوالے سے دوسرے کو ادا کرنے کا اللہ کی طرف سے ذمہ دار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام آیاتِ حقوق و فرائض میں کسی سے حق وصول کرنے کی تاکید کی بجائے...... دوسروں کے حقوق ادا کرنے کی تاکید اور

وصیت فرمائی ہے۔اگر ہم اپنے اوپر عائد کردہ حقوق کو صرف اللہ کی رضا کے لئے دوسروں کو ادا کرنے پر اپنی کوششیں مرکوز کر دیں تو ہمارے حقوق خود بخود اللہ تعالیٰ ہمیں دلوادے گا۔حکمِ ربانی ہے:

هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ. (الرحمان : ٦٠)

''کیا احسان کا بدلہ احسان نہیں ہے''؟

اسلام انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے لئے امن وسلامتی کا بہترین طریقِ حیات ہے۔اس پر عمل کرنے سے انسان کے قلب وروح صرف دنیا میں ہی نہیں' آخرت میں بھی فلاح سے ہمکنار ہوتے ہیں۔اللہ کرے ہم اس صراطِ مستقیم کے مستقل راہرو بن جائیں جو حزن واضطراب سے نجات دلا کر غیر فانی مسرّت سے ہمکنار کرتا ہے۔آمین!

مرد پر سسرال کے حقوق

[براہ کرم ان معروضات کو ایک بیٹی کے باپ کی حیثیت سے پڑھیں۔ یہ ارشادِ نبوی بھی ذہن میں رہے:

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیْهِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِهٖ.

" کوئی بندہ اس وقت تک سچا مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لئے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے"۔

(صحیح بخاری: ۱۵، صحیح مسلم، کتاب الایمان: ۱۶۶، نسائی: ۵۰۲۸۔ ابن ماجہ: ۶۷)

یقیناً آپ چاہتے ہوں گے کہ آپ کا داماد آپ کے حوالے سے مندرجہ ذیل امور کا خیال رکھے لیکن کیا آپ خود بھی بحیثیت داماد ان امور کا خیال رکھیں گے؟]

اللہ تعالیٰ نے مرد و عورت کی طبعی اور جسمانی حالتوں میں نمایاں فرق رکھا ہے۔ انہی متفرق صلاحیتوں کی بنا پر دونوں کا دائرہ کار الگ الگ

ہے۔ عورت کی فطرت میں اللہ تعالیٰ نے ایثار..... سکون...... مودّت ...... رحمت...... رقتّ ...... شفقت......امومت...... جیسے بے مثال جذبات ودیعت کر رکھے ہیں۔ جب کہ مرد کو حفاظت و مدافعت...... انتظام وتدبیر، علم وفہم......شجاعت و وجاہت......اور امارت وخلافت کی صلاحیت عطا کی ہے۔ انہی صلاحیتوں کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَلرِّجَالُ قَوّٰامُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَا اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ. (النساء: ٣٤)

”مرد حاکم ہیں عورتوں پر اس سبب سے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اور اس سبب سے کہ مردوں نے اپنے مال خرچ کئے ہیں“

اسلام میں نظامِ امارت کی بہت اہمیت ہے۔ جہاں بھی دو یا دو سے زائد افراد اکٹھے ہوں، انہیں اپنے میں سے کسی ایک کو امیر مقرر کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ چاہے صلوٰۃ ہو، سفر ہو، جہاد ہو یا کوئی اور اجتماعی معاملہ۔ گھر معاشرتی نظام کی بنیادی اکائی ہے جو ایک ریاست کی

نمائندگی کرتا ہے۔اس میں......معاش...... تعلیم......خزانہ......علاج......رہائش ...... کفالت......غرض ہر قسم کا صیغہ موجود ہوتا ہے' اس ریاست کا امیر یا سرپرست (مرد) اس کا انتظام کیسے کرے؟ مختلف افراد کے ساتھ کیسا رویہ رکھے؟ حقوق وفرائض کی نگہداشت کس طرح کرے؟ یہ سب مرد ہی کی ذمہ داری ہے۔

مرد پر سسرال کے حقوق کیوں؟

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

كُلُّكُمْ رَاعٍ وَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ وَالْاَمِيْرُ رَاعٍ وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلٰى اَهْلِ بَيْتِهٖ ......

"تم میں سے ہر شخص ذمہ دار ہے اور اپنی رعیت کا جواب دہ ہے۔امیر اپنی رعیت کا جواب دہ ہے اور آدمی اپنے اہل وعیال کے متعلق مسئول ہے۔(صحیح بخاری، کتاب النکاح:۱۸۴)

مرد کے اہل وعیال میں اس کے بیوی بچوں کے علاوہ اس کے زیرِ کفالت افراد بھی شامل ہیں۔مرد کی ذمہ داریوں میں سے ایک اہم ذمہ

داری یہ بھی ہے کہ وہ اپنی بیوی کے اقرباء کے حقوق ادا کرے جو اس کے سسرال ہیں۔ اس ذمہ داری کی تین بنیادی وجوہات ہیں۔

① اللہ تعالیٰ نے اہلِ قرابت کے حقوق ادا کرنے کا قرآن مجید میں تقریباً ۱۰ جگہ حکم دیا ہے۔

وَاٰتِ ذَی الْقُرْبٰی حَقَّهٗ. (بنی اسرائیل:۲۶)

''اور قرابت داروں کا حق دیتے رہنا''۔

قرابت کے حقوق میں بیمار کی عیادت کرنا...... جنازے میں شرکت کرنا...... وفات پر تعزیت کرنا...... خوشی کے موقع پر مبارک باد دینا...... ہدیہ لینا اور دینا...... ضرورت مند اہلِ قرابت کی مدد کرنا...... خاص طور پر جو قطع رحمی کرے اس کے ساتھ بھی صلہ رحمی کرنا...... شامل ہے۔ چونکہ سسرال مرد کے اہلِ قرابت ہیں لہٰذا ان کے حقوق کی ادائیگی مرد پر فرض ہے۔

② مرد کے سسرال مرد کی بیوی کے اہلِ قرابت ہیں۔ چونکہ عورت مرد کے ماتحت ہے۔ عورت کے تمام معاملات کا اختیار اسی کے ہاتھ میں

ہے۔ اس لئے شوہر کا یہ فرض ہے کہ وہ بیوی کو اس کے اپنے والدین اور اقرباء کے حقوق ادا کرنے کی اجازت دے۔

③ سسرال مرد کے بچوں کے ننھیال ہیں۔ چونکہ بچوں کے معاملات کا اختیار بھی باپ کے ہاتھ میں ہے۔ اس لئے اس کا فرض ہے کہ اپنے بچوں کو ان سے مربوط رکھنے کے لئے ان کے حقوق کی ادائیگی کرے۔ بچوں کا تعلق ننھیال سے رِحم کا تعلق ہے۔ ذی الارحام وہ رشتے ہیں جن سے قطع تعلق پر سخت وعید ہے۔ دراصل یہ بچے کا بھی حق ہے اور سسرال کا بھی۔ گویا مرد یہ حق ادا کر کے دو رشتوں کے حقوق کی ادائیگی سے سرخُرو ہو جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے بچے کے اس حق کا خیال رکھتے ہوئے مسلمانوں کو حکم دیا تھا کہ:

''تم لوگ عن قریب ایک ملک (مصر) فتح کرو گے جہاں قیراط کا رواج ہو گا۔ وہاں کے لوگوں سے بھلائی کرنا کیوں کہ ان کا تم پر حق ہے۔ ان کا تم سے دامادی کا رشتہ بھی ہے اور رحم کا بھی''۔

(صحیح مسلم، کتاب فضائل صحابہ رضی اللہ عنہم: ۲۵۴۳)

اسماعیل علیہ السلام کی والدہ ہاجرہ علیہا السلام اور نبی اکرم ﷺ کے بیٹے

ابراہیم علیہ السلام کی والدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا دونوں کا تعلق مصر سے تھا۔ چنانچہ صحابہ کرام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کا پاس رکھا' جب عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ مصر فتح کرنے گئے تو لڑائی سے رکے رہے اور ان کے نمائندہ پادریوں سے کہا:

''ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم آپ لوگوں سے بھلائی کریں کیونکہ آپ لوگوں کے ساتھ ہمارا رحم کا تعلق ہے''۔

پادریوں نے سنا تو بول اٹھے:

''سوائے انبیاء کے اس جیسی دور کی رشتہ داری کا تو کوئی لحاظ نہیں کرتا''۔ (طبرانی بحوالہ حیاتِ صحابہ جلد دوم)

معلوم ہوا کہ رحم کے رشتوں کا پاس رکھنا انبیاء کی سنت ہے اور باپ کا یہ فرض ہے کہ ننھیال کے ساتھ بچے کا تعلق استوار رکھنے میں معاونت کرے خواہ رشتہ کتنا ہی دور سے کیوں نہ ہو۔

رسول اللہ ﷺ کا اسوہ بحیثیت داماد

چونکہ خاندانی نظام کی امارت وسیادت مرد کے ہاتھ میں ہے۔عورت کو اللہ تعالیٰ نے اس کے ماتحت بنایا ہے۔اس لیے عورت کی نسبت مرد کو عورت سے حسنِ سلوک کرنے اور اس کے حقوق ادا کرنے کی زیادہ تاکید کی گئی ہے۔عورت طبعی اور جسمانی طور پر صنفِ نازک ہے۔تقریباً ہر مذہب میں اس کی حیثیت مرد سے نہ صرف کم تر بلکہ مظلومیت کی حد تک کمزور رہی ہے۔اسلام وہ واحد دین ہے جس نے عورت کے حقوق کی فہرست پہلی بار ابنِ آدم کے سامنے پیش کی اور رحمۃ للعالمین ﷺ کے اسوہِ حسنہ نے اس پر دستخط ثبت فرمائے۔آپ ﷺ نے فرمایا:

اَكْمَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ اِيْمَانًا اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا وَخِيَارُكُمْ خِيَارُكُمْ نِسَاءَ هُمْ.

"کامل ایمان والے وہ لوگ ہیں جو اپنے اخلاق میں سب سے اچھے

ہوں اور تم میں سب سے اچھے وہ ہیں جو اپنی بیویوں کے حق میں سب سے اچھے ہوں"۔ (ترمذی، ابواب الرضاعہ، باب ماجاء فی حق المراۃ علی زوجہا)

بیوی کے ساتھ بہتر سلوک:

اس کا ایک پہلو اس کے والدین اور اقرباء سے حسنِ سلوک کرنا، ان کا احترام کرنا اور ان کے حقوق ادا کرنے کی بیوی کو اجازت دینا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے سسرال میں جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم کے علاوہ اہلِ کتاب (یہودی اور عیسائی) اور مشرکین بھی شامل تھے۔ اس کے باوجود آپ نے بحیثیت داماد ان سب کے حقوق کما حقہٗ ادا فرمائے۔ جس کی جھلکیاں سیرتِ طیبہ ﷺ سے درج ذیل شکل میں نظر آتی ہیں:

خوشگوار تعلقات:

ہمارے رسول اللہ ﷺ پر جب پہلی وحی نازل ہوئی، آپ غارِ حرا سے گھر تشریف لائے تو امُّ المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کو اپنے چچیرے بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں۔ ورقہ بن نوفل رضی اللہ عنہ نے پورا واقعہ سننے کے بعد فرمایا!

"یہ تو وہی ناموس تھا جو موسیٰ علیہ السلام پر آیا کرتا تھا۔ کاش میں اس وقت

زندہ اور جوان ہوتا جب آپ ﷺ کو آپ ﷺ کی قوم وطن سے نکال دے گی"۔ (صحیح بخاری، کتاب بداء الوحی)

یہ واقعہ اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ ﷺ کے اپنے سسرال کے ساتھ خوشگوار تعلقات تھے۔ علاوہ ازیں زینب رضی اللہ عنہا...... سودہ رضی اللہ عنہا...... حفصہ رضی اللہ عنہا...... عائشہ رضی اللہ عنہا...... امِّ حبیبہ رضی اللہ عنہا...... امِّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے والدین نہ صرف مسلمان تھے بلکہ جلیل القدر صحابہ میں شامل تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے ان کے ساتھ خوشگوار تعلقات سب پر عیاں ہیں۔

سسرال کے ساتھ مزید قرابت پیدا کرنا:

نبی اکرم ﷺ نے اپنی سب سے بڑی بیٹی زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح ابو العاص رضی اللہ عنہ سے کیا تھا جو امُّ المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بہن کے بیٹے تھے۔ اس طرح رسول اللہ ﷺ نے یہ مثال پیش فرمائی کہ اگر معقول رشتہ موجود ہو تو سسرال کے ساتھ مزید تعلقات استوار کرنا چاہے۔ بچوں اور بیوی کے حق میں صلہ رحمی کی یہ بہترین شکل ہے۔ سسرال میں موجود معقول رشتہ صرف اس لئے ٹھکرا دینا کہ یہ بیوی کے اقرباء ہیں درست رویہ نہیں۔ بیوی مرد کا سسرال سے اجتناب دیکھ کر خاموشی اختیار کر لیتی

ہے۔

اس طرح وہ چاہتے ہوئے بھی اپنے اقرباء میں اپنی اولاد کا رشتہ نہیں کر سکتی۔ حالانکہ اولاد کے ساتھ اس کا تعلق بھی مرد ہی کی طرح ہوتا ہے۔ یہ حقِ صلہ رحمی بھی ہے۔ مرد کے منصبِ امارت کا تقاضا ہے کہ وہ اس سلسلہ میں اسوہِ حسنہ کی پیروی کرے۔

سسرال کی تکریم:

ایک بار رسول اللہ ﷺ گھر تشریف لائے دیکھا کہ امُّ المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا رو رہی تھیں۔ آپ ﷺ نے سبب دریافت فرمایا، کہنے لگیں: ''حفصہ رضی اللہ عنہا بطورِ فخر کہتی ہیں کہ، ہمارا نسب رسول اللہ ﷺ سے ملتا ہے۔ اس لیے ہم تم سے بہتر ہیں''۔ آپ ﷺ نے فرمایا!

''تم نے یہ کیوں نہ کہا تم مجھ سے بہتر کیوں کر ہوسکتی ہو جب کہ میرا باپ ہارون علیہ السلام' چچا موسیٰ علیہ السلام اور شوہر محمد ﷺ ہیں، پھر آپ ﷺ نے ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: حفصہ اللہ سے ڈرو آئندہ ایسی بات مت کہنا''۔ (صحیح سنن ترمذی، للالبانی، ج:۳)

اس طرح آپ ﷺ نے اپنی بیوی اور اپنے سسرال کی تکریم کا پہلو

نمایاں کر دیا تاکہ بیوی اپنے شوہر کے ہاں اپنی قدر و منزلت اور والدین کی تکریم دیکھ کر قلبی و روحانی مسرت محسوس کرے۔

بعض گھروں میں بات بات پر بیوی کو والدین کے طعنے دیے جاتے ہیں۔ان میں مختلف خامیاں تلاش کی جاتی ہیں۔حالانکہ ساس اور سسر داماد کے لئے بمنزلہ ماں اور باپ کے ہیں۔جس طرح وہ اپنے والدین کی خامیاں نظر انداز کرتا ہے' ان کی بھی خامیاں نظر انداز کرنی چاہئیں۔اگر بیوی کا خاندان ناپسند تھا تو اس میں سے بیوی ہی منتخب نہ کرتے......ان میں سے بیوی منتخب کرنے کے بعد اس خاندان کی تکریم وتحسین کرنا فرض ہے۔عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"کوئی اپنے والدین کو گالی نہ دے۔صحابہ نے کہا۔بھلا ایسا بھی کوئی کرسکتا ہے۔فرمایا ہاں۔وہ دوسرے کے والدین کو گالی دیتا ہے' جواب میں دوسرا اس کے والدین کو گالی دیتا ہے۔لہٰذا دوسرے کے والدین کو گالی مت دیا کرو"۔

(بخاری: ۵۹۷۳۔ مسلم، کتاب الایمان: ۹۰۔ ابوداؤد: ۵۱۴۱)

یہ حدیث ہمیں یہ سبق دیتی ہے کہ اگر تم دوسرے کے والدین یا خاندان کو برا کہو گے تو جواب میں وہ بھی تمہارے والدین یا خاندان کو برا کہے گا۔

نیز قرآن پاک میں واضح ارشاد ہے۔

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ. (الھمزۃ:۱)

"خرابی ہے ہر طعنے دینے والے، برے اشارے کرنے والے کے لیے"۔

اسلام تو دوسرے شخص ہی کی نہیں اپنے نفس کی تکریم کا بھی حکم دیتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"تم میں سے کوئی اپنے آپ کو خبیث نہ کہے"۔

(صحیح بخاری:۶۱۸۰۔صحیح مسلم:۲۲۵۱۔سنن ابوداؤد:۴۹۷۸)

کجا یہ کہ سسرالی رشتہ داروں کو لعن طعن کیا جائے یا برا بھلا کہا جائے۔ لہٰذا بیوی ہو یا خاوند یا کوئی اور فرد اسے دوسرے کے والدین کو برا کہنے سے اجتناب کرنا چاہیے۔

سسرال کے ہاں عطیات بھیجنا:

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

تَهَادُوْا تَحَابُوْا۔ (صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب مناقب الحسن)

"تحفے لو دو، محبت بڑھے گی"۔

یوں تو یہ سب مسلمانوں کے لئے حکم ہے لیکن قرابت کی صورت میں اور بھی زیادہ ضروری ہے۔ رسول اللہ ﷺ اس کا اتنا خیال رکھتے کہ بیویوں کی سہیلیوں کے ہاں بھی تحائف بھجواتے۔ چنانچہ امُّ المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ جب آپ قربانی کرتے تو خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں کے ہاں گوشت ضرور بھجواتے۔

(صحیح بخاری، کتاب المناقب۔ صحیح مسلم)

امُّ المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا کی لونڈی نے عہدِ فاروقی میں عمر رضی اللہ عنہ سے شکایت کی کہ صفیہ رضی اللہ عنہا سبت کی عزت کرتی ہیں اور یہود کو عطیات دیتی ہیں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے تحقیق کی تو صفیہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جب سے اللہ تعالیٰ نے جمعہ دیا ہے میں نے کبھی سبت کی عزت نہیں کی۔ یہود چونکہ میرے قرابت دار ہیں۔ اس لئے انہیں عطیات دیتی رہتی ہوں۔ پھر لونڈی سے پوچھا۔ تم نے شکایت کیوں کی تھی وہ بولی مجھے شیطان نے بہکایا تھا۔ یہ سن کر فرمایا "جاؤ تم آزاد ہو"۔ (الاستیعاب)

معلوم ہوا امُّ المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا اپنے یہودی قرابت داروں کو عطیات بھیجا کرتی تھیں اور یقیناً وہ ایسا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے ہی کیا کرتی تھیں۔

امُّ المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے ایک لونڈی آزاد کی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا:

لَوْ اَعْطِيْتِهَا اَخْوَالَكِ لَاَعْظَمَ لِاَجْرِكِ۔

اگر تم اسے اپنے ماموں کو دے دیتیں تو زیادہ اجر ہوتا۔

(صحیح بخاری، کتب الھبہ: ۲۵۹۴ صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ)

صحیح بخاری کی ایک روایت میں اَخَـوَاتِکَ کالفظ ہے یعنی بہنوں کو۔ اور موطّا میں ۔ اختک۔ آیا ہے یعنی اپنی بہن کو۔

یہ حدیث ثابت کرتی ہے کہ ایک اچھے شوہر کی یہ صفت ہے کہ وہ بیوی کو اپنے رشتہ داروں کو ہدیہ دینے کی ترغیب دے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ دوسروں کو دینے کی بجائے اپنوں کو دینے میں اجر زیادہ ہے۔ کیونکہ اس میں صلہ رحمی کا اجر بھی شامل ہوتا ہے۔

یاد رہے کہ اپنے عزیزوں پر خرچ کا اجر عورت کو اس صورت میں ہے

جب کہ کمائی یا جو چیز خرچ کی جارہی ہے وہ اس کی ذاتی ہو۔ مرد کی کمائی یا چیز نہ ہو۔ ورنہ وہ اس میں سے خرچ نہیں کر سکتی۔ کیونکہ یہ کمائی یا چیز اس کے پاس اس کے شوہر کی امانت ہے۔ البتہ اگر شوہر اجازت دے تو تب ہی خرچ کر سکتی ہے ورنہ نہیں۔

بے سہارا سسرالی افراد کی کفالت:

ہمارے رسول اللہ ﷺ کے پاس عمرۃ القضاء کے موقع پر امامہ بنتِ حمزہ رضی اللہ عنہا دوڑی ہوئی آئیں۔ یہ ابھی کمسن بچی تھیں۔ آپ نے انہیں اپنی سواری پر بٹھالیا۔ فرمایا کون اس بچی کی کفالت کرے گا؟ زید رضی اللہ عنہ نے کہا۔ یہ میرے دینی بھائی کی بیٹی ہے۔ اس لئے اس کی کفالت کرنا میرا فرض ہے۔ علی رضی اللہ عنہ نے کہا یہ بچی میری اور میری بیوی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے چچا کی بیٹی ہے۔ اس لئے میں اس کی کفالت کروں گا۔ جعفر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا "میری بیوی اس بچی کی خالہ ہے۔ میں اس کی کفالت کروں گا"۔ نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کے اس جذبے کی تحسین فرمائی اور فرمایا کفالت کے لئے جعفر رضی اللہ عنہ موزوں ہیں کیونکہ خالہ ماں سی ہوتی ہے۔ (صحیح بخاری، کتاب الصلح: ۱۲۱۹)

گویا بے سہارا بھانجے بھانجیوں کی کفالت کا حق آپ ﷺ نے خالہ کو دیا ہے۔ یہ حق وہ تبھی ادا کر سکتی ہے جب کہ خاوند اس سلسلے میں اس کی معاونت اور تائید کرے۔ قوّام کی حیثیت سے بیوی کے اقرباء میں سے بے سہارا اور معذور افراد کو سہارا دینے کے لئے مرد کو جعفر رضی اللہ عنہ کی طرح خود کو پیش قدمی کرنا چاہیئے۔

سسرال کے ساتھ احسان:

اُمُّ المومنین جویریہ رضی اللہ عنہا غزوہ بنی مصطلق میں قید ہو کر ایک صحابی کے حصہ آئیں۔ وہ رسول اللہ ﷺ سے زرِ کتابت مانگنے آئیں۔ آپ ﷺ نے ان کا زرِ کتابت ادا کر کے ان سے نکاح کر لیا۔ جیسے ہی نکاح کا علم ہوا۔ رسول اللہ ﷺ سمیت تمام صحابہ نے ان کے قبیلہ کے جتنے قیدی تھے سب کو رہا کر دیا۔ اور کہا کہ "جس خاندان میں رسول اللہ ﷺ نے نکاح کر لیا وہ غلام نہیں ہو سکتا"۔ یعنی ان سے رشتہ داری کے بعد انہیں قیدی رکھنا حقِ قرابت کے خلاف ہے۔ اس واقعہ کے بارے میں اُمُّ المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

"میں کسی عورت کو نہیں جانتی جو اپنی قوم کے لئے جویریہ رضی اللہ عنہا سے

بڑھ کر برکت والی ہو۔ ان کی وجہ سے بنو مصطلق کے سینکڑوں گھرانے آزاد کر دیے گئے''۔ (صحیح مسلم، کتاب العتاق۔ سنن ابوداؤد)

سسرال کے کسی افراد کی آمد پر اظہارِ مسرت:

ایک بار نبی اکرم ﷺ نے دروازے پر کسی عورت کی آواز سنی جو اندر آنے کی اجازت طلب کر رہی تھی۔ آپ ﷺ نے بڑے اشتیاق سے فرمایا:

اَللّٰهُمَّ هَالَه، اَللّٰهُمَّ هَالَه، یا اللہ ہالہ ہوں۔ ہالہ اُمُّ المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بہن تھیں اور شکل و صورت اور آواز میں ان سے مشابہ تھیں۔

(صحیح مسلم، کتاب الفضائل)

رشتہ دار تو ایک طرف ہمارے رسول اللہ ﷺ اپنی بیویوں کی سہیلیوں کی آمد پر بھی خوشی کا اظہار فرماتے تھے۔ چنانچہ ایک بار حسانہ مزنیہ آپ ﷺ کے ہاں آئیں۔ آپ ﷺ کافی دیر تک ان سے باتیں کرتے رہے اور ان کے حالات دریافت فرماتے رہے۔ یہ بھی پوچھا کہ ''ہمارے بعد آپ لوگوں کا کیا حال رہا'' جب وہ چلی گئیں تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یہ کون تھیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ''یہ خدیجہ کی

سہیلی تھیں''۔ (الاستیعاب جلد۲، بحوالہ رحمۃ للعالمین: ج:۲)

سسرالی رشتہ داروں سے اظہارِ محبت:

آپ ﷺ کے سسرال بلا تکلف آپ ﷺ کے ہاں آتے تھے اور آپ ﷺ ان سے اظہارِ محبت بھی فرماتے تھے۔ بعض گھروں میں دیکھنے میں آیا ہے کہ سسرالی رشتہ داروں کی آمد پر بلا جواز کبیدہ خاطری کا مظاہرہ کیا جاتا ہے جس سے فطری طور پر بیوی کو تکلیف ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں رسول اللہ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی پیروی ہی ہماری دنیوی و اخروی نجات کی ضمانت ہے۔ اپنی بیٹی اور نواسے نواسیوں سے ملاقات کے لئے آنا ان کا حق ہے۔ یہ حق وہ تبھی ادا کر سکتے ہیں جب کہ گھر کا سربراہِ اعلیٰ (خاوند) ان کی آمد پر حسنِ اخلاق اور، محبت وخلوص کا مظاہرہ کرے۔ اس کے رویّے سے یہ ظاہر نہیں ہونا چاہئے کہ سسرال کی آمد اسے ناگوار گزری ہے۔ یہ حقِ سسرال بھی ہے اور حقِ مہمان بھی جسے ادا کرنا اس کا فریضہ ہے۔

معذور اور عمر رسیدہ افراد سے خود جا کر ملنا:

فتحِ مکہ کے موقع پر ابو قحافہ رضی اللہ عنہ کو جو امّ المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے دادا

تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اسلام لانے کے لئے لایا گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ انہیں کیوں تکلیف دی میں خود ان کے پاس پہنچ جاتا۔ (اصابہ، ج:۴)

معلوم ہوا بیوی کے والد اور والدہ یا کمزور اور بیمار اقرباء سے ملاقات کرانے کا اہتمام خاوند کے ذمہ ہے۔ اسے بیوی پر اس سلسلہ میں ناجائز قدغن نہیں لگانا چاہیئے۔ سسرال میں کوئی تقریب ہو۔ کوئی فرد بیمار ہو۔ کوئی فوتگی ہو۔ خاوند کے منصبِ مسئولیت کا تقاضا یہ ہے کہ وہ از خود بیوی کو بھیجنے کا اہتمام کرے۔ اسے بے جا عذر یا ٹال مٹول سے کام لینے کی بجائے ان کے ہاں جانے میں خوش دلی کا مظاہرہ کرنا چاہیئے۔ تاکہ قطع رِحمی کی زد سے بچ سکے۔ اس کے رویّے سے یہ بالکل نہیں ظاہر ہونا چاہیئے کہ اسے بیوی کا اپنے اقرباء کے ہاں جانا خصوصاً والدین سے ملنے جانا ناگوار گزرا ہے۔ ورنہ وہ دِل شکستہ ہو جائے گی۔

❀❀❀

مرد پر سسرال کے حقوق......ایک نظر میں

رسول اللہ ﷺ کا سسرالی رشتہ داروں کے ساتھ جو حسنِ سلوک تھا اس روشنی میں داماد کو چاہئے کہ

❁ قوام (سرپرست) کی حیثیت سے بیوی کو اپنے اقرباء کے حقوق ادا کرنے کی اجازت دے...... اگر یہ اجازت نہیں دیتا تو یہ قطع رحمی ہے۔ جس پر اللہ تعالیٰ اور آپ ﷺ نے سخت وعید فرمائی ہے۔

❁ سسرال کے ساتھ حسنِ سلوک کرے، سسرال کی تکریم کرے۔

❁ ان سے مل کر خوشی کا تاثر دے، تاکہ بیوی کو روحانی مسرت کا احساس ہو۔

❁ سسرال کے بے سہارا، کمزور، بوڑھے اقرباء سے ملنے کے لئے بیوی کو خصوصاً اجازت دے۔

❁ بے سہارا سسرالی رشتہ داروں کی کفالت کرے۔

❁ بیوی اپنے اقرباء کو بصورتِ ہدیہ کچھ دینا چاہے تو اسے ایسا کرنے کی اجازت دے۔ بشرطیکہ بیوی اس میں افراط سے کام نہ لے۔

❁ اگر سسرال کے ہاں معقول رشتہ موجود ہو۔ فریقین کی رضامندی بھی موجود ہو تو اپنی اولاد کا نکاح کرنے میں پیش قدمی کرے، یہ صلہ رحمی کی بہترین شکل ہے۔

❁ اپنے بچوں میں ان کے ننھیال کی محبت و تکریم پیدا کرے۔

داماد کے حقوق...... سسرال پر

[ارشادِ نبوی ہے: کوئی بندہ اس وقت تک سچا ایمان دار نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لئے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ (متفق علیہ)
یقیناً آپ پسند کریں گے کہ آپ کے سسرال آپ کے ساتھ یا آپ کے بیٹے کے سسرال اس کے ساتھ مندرجہ ذیل امور کو پیش نظر رکھیں۔ لیکن کیا آپ بھی داماد کے ساتھ اسی طرح پیش آئیں گے؟]

اسلامی اخلاقیات بحیثیت قرابت داماد کے وہی حقوق سسرال پر عائد کرتی ہیں جو ایک قرابت دار کے دوسرے قرابت دار پر عائد ہوتے ہیں۔

ساس اور سسر کا منتخب بیٹا:

داماد چونکہ صرف قرابت دار ہی نہیں بلکہ ساس اور سسر کے ایک ایسے بیٹے کی حیثیت رکھتا ہے جسے انہوں نے بیٹی کا شریکِ زندگی برضاء ورغبت منتخب کیا ہے۔ داماد کے حقوق ادا کرنا دراصل بیٹی ہی کے حقوق

ادا کرنے کے مترادف ہے۔

داماد کی خوبیوں کا اعتراف:

ساس اور سسر کو اپنے داماد کے ساتھ شفقت و محبت کا سلوک کرنا چاہیے اور اس کی خوبیوں کا اعتراف کرنا چاہیے۔ یہ ان کی بیٹی کی ازدواجی خوشیوں کا بہترین طریقہ ہے۔ مفید ترین نفسیاتی عمل ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے سب سے بڑے داماد ابو العاص رضی اللہ عنہ جو خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے تھے۔ اپنی بیوی زینب کے ساتھ بہترین سلوک کرتے تھے۔ ابتدائے اسلام میں کفار نے ابو العاص رضی اللہ عنہ پر دباؤ ڈالا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی بیٹی کو طلاق دے دیں مگر انہوں نے کہا:

"اللہ کی قسم میں اپنی بیوی کو اپنے آپ سے جدا نہیں کروں گا"۔

جب غزوہ بدر میں ابو العاص رضی اللہ عنہ کا فدیہ یہ قرار پایا کہ وہ مکہ جا کر زینب رضی اللہ عنہا کو مدینہ منورہ بھیج دیں گے تو انہوں نے اپنا یہ وعدہ پورا کیا۔ ابو العاص رضی اللہ عنہ نے زینب رضی اللہ عنہا کی موجودگی میں کسی دوسری بیوی کو اپنانے کا سوچا تک نہیں۔ عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابو العاص رضی اللہ عنہ کے اس

اچھے سلوک کی تعریف میں آپ ﷺ نے فرمایا:

حَدَّثَنِیْ وَصَدَقَنِیْ وَوَعَدَنِیْ وَوَفٰی لِیْ.

''انہوں نے دامادی کا رشتہ اچھی طرح نباہا، بات کہی تو سچ، وعدہ کیا تو پورا کیا''۔ (صحیح بخاری، کتاب الشروط، ح:۲۷۲۱ سے پہلے)

عثمان رضی اللہ عنہ آپ کے دوسرے داماد تھے۔ یہ آپ ﷺ کو اتنے پیارے تھے کہ آپ ﷺ نے یکے بعد دیگرے اپنی دو بیٹیاں ان کے نکاح میں دیں۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ کا رویہ اپنی بیویوں کے ساتھ بہت اچھا تھا۔

یہ واقعات ظاہر کرتے ہیں کہ ساس اور سسر کو کھلے دل کے ساتھ داماد کی خوبیوں کا اعتراف کرنا چاہیے تاکہ ان کی حوصلہ افزائی ہو اور وہ بیٹی کے ساتھ مزید حسنِ سلوک کے ساتھ پیش آئیں۔

بیٹی کی حمایت یا داماد کی خیر خواہی؟

ہمارے ہاں اکثر یہ ہوتا ہے کہ جب بیٹی کو سسرال سے کوئی شکایت ہوتی ہے تو والدین کو آگاہ کر دیتی ہے۔ والدین بیٹی کو سمجھانے کی بجائے

بیٹی کی حمایت کرتے ہیں اور داماد کی مخالفت کرتے ہیں۔ اس طرح معاملہ طول پکڑ جاتا ہے۔ اکثر اوقات چھوٹی چھوٹی شکایات صرف اس لئے گھر اجاڑنے کا سبب بن جاتی ہیں کہ مرد اور عورت کے والدین نے انہیں نظر انداز کرنے کی یا حکمت و تدبر سے کام لینے کی بجائے مزید بڑھنے کا موقع فراہم کیا۔ ساس اور سسر چاہیں تو زوجین کے اختلافات ختم کرنے میں بنیادی کردار ادا کر سکتے ہیں۔ اس سلسلہ میں نبی اکرم ﷺ کا طرزِ عمل اپنے سامنے رکھنا چاہیے۔ چنانچہ ایک مرتبہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی علی رضی اللہ عنہ سے کچھ رنجش ہو گئی وہ شکایت لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ آپ نے انہیں سمجھایا اور فرمایا:

تمہیں اپنے خاوند کی اطاعت کرنا چاہیے۔ اس کے بعد انہیں گھر بھیج دیا۔ (طبقات ابنِ سعد تذکرہ فاطمہ رضی اللہ عنہا)

ایک دفعہ علی رضی اللہ عنہ مسجد میں جا کر لیٹے اور زمین پر سو گئے۔ رسول اللہ ﷺ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور پوچھا: تمہارے چچا کا بیٹا کہاں ہے؟ انہوں نے کہا: مسجد میں۔ رسول اللہ ﷺ مسجد میں آئے تو دیکھا کہ علی

رضی اللہ عنہ کی چادر پیٹھ سے گر گئی ہے اور آپ کی پیٹھ پر مٹی لگی ہے۔ آپ ہاتھ سے ان کی مٹی صاف کرنے لگے اور فرمایا: اے ابوتراب اٹھو!

علی رضی اللہ عنہ کو یہ کنیت بہت پسند تھی۔ (صحیح بخاری کتاب المناقب)

ایک صحابیہ اسماء بنتِ خارجہ فزاری رضی اللہ عنہا نے اپنی بیٹی کو نکاح کے وقت جو وصیت کی تھی وہ ساس اور سسر کے فریضہ کو واضح کرتی ہے انہوں نے کہا:

''اب تک تم جس عیش و عشرت میں پلی ہو اس کو چھوڑ کر ایسے بستر پر جا رہی ہو جو تمہارے لئے ناآشنا ہے اور ایسے ساتھی کے پاس جا رہی ہو جس سے تم مانوس نہیں ہو، تم اس کے لئے زمین بن جانا وہ تمہارے لئے آسمان بن جائے گا، تم اس کے لئے بستر بن جانا وہ تمہارے لئے بلند و بالا عمارت بن جائے گا، تم اس کے لئے لونڈی بن جانا وہ تمہارا غلام بن جائے گا، تم اس سے بہت زیادہ مطالبات نہ کرنا ورنہ وہ تمہیں ناپسند کرنے لگے گا، تم اس سے دور مت رہنا ورنہ وہ تمہیں بھول جائے گا، اگر وہ تمہارے قریب آئے تو تم بھی اس کے قریب آ جانا۔ تم اس کی ناک، اس کے کان اور اس کی آنکھ کی حفاظت کرنا تاکہ وہ تم سے صرف خوشبو سونگھے، صرف اچھی بات سنے اور صرف اچھائی دیکھے۔''

داماد کے حقوق سسرال پر ایک نظر میں

❁ والدین کو چاہیے کہ داماد سے اپنے بیٹے کی طرح شفقت، محبت خیر خواہی اور حسنِ سلوک کریں۔

❁ داماد کی عزّت وتکریم کریں۔

❁ داماد سے اپنی خدمت اور اطاعت کروانے سے گریز کریں کیونکہ اس پر یہ حق اس کے حقیقی والدین کا ہے۔ داماد رضا کارانہ ایسا کرسکتا ہے اور ایسا کرنا بھی چاہیے بشرطیکہ اس کے اپنے والدین کے حقوق متاثر نہ ہوں۔

❁ داماد کے والدین اور اقرباء کا احترام کریں۔

❁ داماد کو اس کے اپنے والدین اور اقرباء کے حقوق ادا کرنے کی ترغیب دیں۔

❀ داماد کے لئے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ حکمت کے ساتھ ادا کریں۔

❀ بیٹی کو داماد کے ہر جائز اور نیک کام میں معاونت، موافقت، اور اطاعت پر ابھاریں۔

❀ داماد کے اخلاق میں عیب تلاش کرنا، بیٹی کو اس کے خلاف اکسانا، اس کے گھریلو امور یا اس سے متعلقہ حقوق وفرائض کی ادائیگی میں بے جا دخل اندازی کرنا، داماد کو والدین یا اقرباء سے برگشتہ کرنے والی باتیں کرنا انتہائی بُرا ہے۔ لہٰذا محتاط رہیں۔

❀❀❀

بہو پر سسرال کے حقوق

[درجِ ذیل سطور کے وقت یہ ارشادِ رسالت ضرور ذہن میں رہے۔ ''کوئی بندہ اس وقت تک ایمان دار نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لئے وہی پسند نہ کرے جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے''۔ (متفق علیہ)]

ہمارے یہاں عورت کے سسرال کا نام ذہن میں آتے ہی جو تصور اُبھرتا ہے وہ ظلم اور باہم ٹکراؤ پر مبنی ہوتا ہے۔ ساس اور بہو کے روایتی جھگڑے سے کون واقف نہیں۔ نکاح سے قبل ہی بہو سسرال سے خائف رہنے لگتی ہے۔ ادھر ساس بڑے شوق سے بہو کو گھر میں لاتی ہے لیکن کچھ مدّت بعد رویہ منفی سمت سفر شروع کر دیتا ہے۔ بدقسمتی سے ہمارے ہاں ہندوانہ طرزِ معاشرت رائج ہے۔ جس میں عورت ہر حیثیت میں مرد کی غلام ہے اور معاشرہ میں کم تر حیثیت کی مالک...... اگر وہ بیٹی ہے تو اسے باپ کی جائداد سے ایک تنکا بھی نہیں ملتا البتہ جہیز اور دیگر رسومات کے نام پر والدین مرتے دم تک بیٹی کو دیتے رہنے پر مجبور ہیں۔ عورت بیوی

ہو تو وہ شوہر کی لونڈی ہے۔ شادی کے وقت والدین اسے تاکید کرتے ہیں کہ اب تمہارا اس گھر سے صرف جنازہ ہی اُٹھ سکتا ہے۔ مرد مختلف بہانوں سے عورت کو تنگ کرتا ہے۔ سسرال اس سے ہر قسم کی خدمت لینا اپنا حق سمجھتے ہیں۔

جن عورتوں کو مغرب سے درآمدہ حقوق کا شعور حاصل ہو چکا ہے' انہوں نے اس ظلم کی زنجیریں توڑ دی ہیں لیکن ساتھ ہی گھر کی چار دیواری سے بھی فرار حاصل کر لیا ہے اور مرد کو اس کے والدین سے بے رحمی کے ساتھ جدا کر دیا ہے۔ یہ آوازیں بھی سنائی دینے لگی ہیں کہ عورت پر سسرال کے حقوق کا کوئی وجود نہیں۔ عورت سسرال سے کسی قسم کا حسنِ سلوک کرنے کی روادار نہیں' چاہے وہ کتنے ہی عمر رسیدہ بیمار یا معذور کیوں نہ ہوں۔ ان تمام ناانصافیوں کا بنیادی سبب اسلامی طرزِ معاشرت سے بے گانگی ہے۔

حقوق کا مروجہ مفہوم:

موجودہ طرزِ معاشرت میں بہو پر سسرال کے حقوق کا جو مفہوم لیا جاتا ہے۔ اس کے مطابق بہو کا فرض ہے کہ وہ اپنے ساس سسر کی

خدمت گزار رہے۔ دیورانیوں، جیٹھانیوں، نندوں اور ان کے بچوں کے ساتھ جیسے تیسے ہو گزارا کرے۔ اچھی بہو اور اچھی بیوی وہی ہے جو ہمیشہ مرتے دم تک سسرال کے پورے خاندان کے ساتھ گزر بسر کرے۔ جب کہ اسلام میں سسرال کے حقوق کا تصور اس سے بہت مختلف ہے جس کی وضاحت آئندہ سطور میں آ رہی ہے۔ آیئے پہلے یہ سمجھیں کہ حقوق العباد کس کس ذریعے سے ادا کئے جا سکتے ہیں۔

حقوق کی نوعیت:

ہم حقوق کی اصل نوعیت کو تین خانوں میں بانٹ سکتے ہیں:

اطاعت......خدمت......احسان۔

① اطاعت: اطاعت کا مطلب ہے حکم ماننا۔ اطاعت عورت پر صرف مرد کی فرض ہے کیونکہ وہ اس کا قوّام (سرپرست) ہے۔ عورت ایجاب وقبول کے ذریعے مرد کا حقِ زوجیت ادا کرنے کے لئے مرد کی زندگی میں داخل ہوتی ہے مرد جب چاہے عورت سے یہ حق وصول کر سکتا ہے۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے: شوہر جب اپنی بیوی کو اپنی ضرورت کے لئے بلائے تو وہ فوراً حاضر ہو جائے چاہے وہ تنور پر روٹی ہی کیوں نہ پکا رہی

ہو۔(صحیح سنن ترمذی، للالبانی: ج:۱، ح:۱۲۷)

معلوم ہوا کہ عورت ہمہ وقت مرد کی اطاعت میں ہے جس میں اس کے حقِ زوجیت کی اطاعت کو اولیت حاصل ہے۔لہٰذا سسرال ہوں یا میکے...... کسی دیگر فرد کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ عورت کو اپنے احکام کا پابند بنائے۔

② خدمت: خدمت سے مراد جسمانی مشقت والے کام لینا ہے مثلاً کھانا پکانا، کپڑے دھونا، سینا پرونا، صفائی کرنا، بازار جانا وغیرہ۔عورت جسمانی طور پر صرف خاوند اور بچوں کے لئے مشقت اٹھانے کی ذمہ دار ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ. (لقمان:١٤)

''اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے متعلق تاکید کی ہے کہ اس کی ماں نے ضعف پر ضعف اٹھا کر اس کو پیٹ میں رکھا اور دو برس میں اس کا دودھ چھوٹتا ہے کہ تو میری اور اپنے ماں باپ کی شکر گزاری کیا کر۔ میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے''۔

عورت بچے کی ولادت کے عمل کے لیے نو ماہ تک اس کا بوجھ اٹھاتی ہے۔ پھر اگر ممکن ہو تو دو سال تک اسے دودھ پلاتی ہے۔ اس کے بعد تقریباً چھ سال تک بچہ اپنے کاموں میں والدہ کا محتاج رہتا ہے۔ ساتھ ساتھ مزید بچوں کی آمد کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ غرض بچوں کا نکاح کرنے تک عورت انہی کی ذمہ داریوں میں گھری رہتی ہے۔ عورت کی جسمانی حالت اکثر تغیر پذیر رہتی ہے۔ ان ایام میں عورت اس قابل ہی نہیں ہوتی کہ وہ مسلسل کام کرتی رہے۔ بلکہ اس دوران اسے جسمانی آرام کی ضرورت ہوتی ہے۔ ان فطری کمزوریوں اور طبعی بیماریوں کی بنا پر خالقِ حقیقی نے اپنے حقوق (صلوٰۃ، صوم، جہاد، حج، نفلی عبادات) غرض سب میں کافی حد تک تخفیف فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عورت پر حقوق العباد کا بوجھ بھی بہت کم رکھا ہے۔ تاکہ وہ اپنے بچوں کی نگرانی اور تربیت کا فریضہ سکون، اطمینان اور یکسوئی سے ادا کر سکے۔

③ احسان: اس کا مفہوم یہ ہے کہ اپنی خوشی سے بغیر کسی جبر کے کسی کے کام آنا۔ احسان مال، ہاتھ اور زبان کے ذریعے کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً:

☆ مال کے ذریعے: کسی کی مالی ضرورت پورا کرنا۔

☆ ہاتھ کے ذریعے:۔ اگر کوئی کام ہاتھ سے کرنے والا ہو تو کر دینا۔

☆ زبان کے ذریعے:۔ خندہ پیشانی سے ملنا، شیریں زبانی سے ہم کلام ہونا، توجہ سے بات سننا، عیادت کرتے ہوئے تسلی اور تشفی کے الفاظ کہنا، خوشی کے موقع پر مسرت کا اظہار کرنا، کسی کو تکلیف پہنچنے پر اس سے ہمدردی کرنا وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَإِيْتَاءِ ذِي الْقُرْبٰى .

''بے شک اللہ حکم دیتا ہے عدل اور احسان کا اور رشتہ داروں کا حق ادا کرنے کا''۔(النحل : ۹۰)

عدل یعنی باہمی حقوق کو ٹھیک ادا کرنے کے ساتھ ساتھ مزید حسنِ سلوک کرے اور رشتہ داروں کا یہ حق لازماً انہیں دے۔ اگر خاوند کی اطاعت اور بچوں کی نگرانی کے علاوہ عورت اللہ کے تقویٰ کے پیشِ نظر خاوند کی اجازت سے کسی دوسرے ذی قرابت کے کام آئے، اس کی خدمت کرے تو اس کا نام احسان ہے۔ احسان کی اللہ تعالیٰ نے بہت زیادہ ترغیب دی ہے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ. (الروم:٦٩)

”بے شک اللہ نیکی کرنے والوں کے ساتھ ہے“۔

إِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَالَّذِيْنَ هُمْ مُحْسِنُوْنَ.

”اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے جو پرہیزگار ہوتے ہیں اور جو نیک کردار ہوتے ہیں“۔

لہذا عدل سے آگے بڑھ کر احسان تک پہنچنے کی کوشش کرنا ہی ایک اچھی بہو کی عاقبت کی کامیابی کے حق میں مفید ہے۔

عورت پر مرد کے اہلِ خانہ کے حقوق:

نبی اکرم ﷺ نے عورت کی ذمہ داری ان الفاظ میں بیان فرمائی:

وَالْمَرْاَةُ رَاعِيَةٌ عَلٰى اَهْلِ بَيْتِ زَوْجِهَا وَهِيَ مَسْئُوْلَةٌ عَنْهُمْ. (صحیح بخاری، ح:۷۱۳۸)

”عورت اپنے خاوند کے گھر والوں اور اس کی اولاد کی راعیہ (نگران) ہے اور اس سے ان کے بارے باز پرس ہوگی“۔

جابر رضی اللہ عنہ کی یہ روایت اس کا عملی نمونہ پیش کرتی ہے:

”میں نے نکاح کیا تو آپ ﷺ نے دریافت فرمایا! کنواری سے

نکاح کیا یا بیوہ سے؟ میں نے عرض کیا! بیوہ سے...... آپ ﷺ نے فرمایا: کنواری سے کیوں نہیں کیا؟ (اس وقت جابر کی عمر ۱۵، ۱۶ سال تھی)۔ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ میرے باپ شہید ہو گئے ہیں اور انہوں نے اپنے پیچھے نو بیٹیاں (یا سات) چھوڑی ہیں۔ میں نے چاہا ایک ایسی عورت لاؤں جو ان کی اصلاح ونگرانی کرے اور ان کی کنگھی چوٹی کرے۔ آپ ﷺ نے سن کر فرمایا: اللہ تجھے برکت دے۔ (کتاب الرضاع، صحیح مسلم)

معلوم ہوا عورت کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنے شوہر کے اہلِ خانہ کی نگرانی کرے۔ خاوند کے اہلِ خانہ میں وہ تمام افراد شامل ہیں، جو کوئی کفیل یا نگران نہ رکھتے ہوں اور یہی مردان کا کفیل ہو۔ مثلاً خاوند کے کم سن بہن بھائی...... مطلقہ یا بیوہ بہن...... خاندان کے دیگر بے سہارا بچے...... خاوند کے دوسری بیویوں سے بچے...... خاندان کے کمزور...... بوڑھے ...... بیمار افراد...... کنیز...... غلام...... اور مہمان۔

عورت کو نہ صرف یہ کہ ان کا حقِ نگرانی ادا کرنا چاہیئے بلکہ احسان کا مظاہرہ کرتے ہوئے انہیں اپنے نسبی عزیزوں کے مقام پر رکھ کر ان کی

خدمت اور دل جوئی کرنا چاہیئے۔ بشرطیکہ یہ افراد یا تو عورت کے محرم ہوں، یا عمر رسیدہ یا کم سن ہوں۔ جوان غیر محرم، بے سہارا افراد کی نگرانی کا مرد کوئی دوسرا انتظام کرسکتا ہے۔اسی طرح لڑکا جیسے ہی دس سال کا ہو اس کی رہائش کا انتظام عورت کے کمرے سے الگ کیا جائے۔لڑکی جب بالغ ہو جائے اس کا نکاح کر دیا جائے۔اگر مہمان کا ارادہ تین دن سے زیادہ ٹھہرنے کا ہو تو مرد کا یہ ذمہ ہے کہ ایسے مہمانوں کے لئے بیوی کے مکان کی بجائے الگ رہائش کا انتظام کرے تاکہ بیوی کی ذاتی زندگی متاثر نہ ہو۔ بیوی کے مکان میں رہائش رکھنے والے محرم یا عمر رسیدہ افراد کے لئے الگ کمرہ کا انتظام ہونا بھی ضروری ہے۔خاوند کے اہلِ خانہ بیوی کے وہ سسرالی رشتہ دار ہیں جن کے مندرجہ ذیل حقوق اس پر عائد ہوتے ہیں:

کمسن بچوں کی نگہداشت:

خاوند کے گھر میں موجود کم سن بچوں کا یہ حق ہے کہ ان کے ساتھ عورت شفقت اور محبت سے پیش آئے۔ان کی تربیت خلوص اور محنت سے کرے۔ ان کے حقوق کی ادائیگی میں اپنے بچوں کی طرح مستعد

رہے۔ان کی ضروریاتِ زندگی کا خیال رکھے۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَلْيَخْشَ الَّذِيْنَ لَوْ تَرَكُوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعَافًا خَافُوْا عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ وَلْيَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا.

''اور ایسے لوگوں کو ڈرنا چاہیئے کہ اگر اپنے بعد چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑ جائیں تو ان کو ان کی فکر ہو۔سو ان لوگوں کو چاہیئے کہ اللہ سے ڈریں اور سیدھی بات کہیں''۔(النساء:۹)

گھر میں جو یتیم اور بے سہارا بچے ہوں ان سے ہمدردی اور خلوص میں کوئی کمی نہ اٹھا رکھے، اپنے لئے ان کی نگرانی کو ایک سعادت سمجھے۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

اَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيْمِ كَهَاتَيْنِ فِي الْجَنَّةِ.

''میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا اس طرح جنت میں ہوں گے''۔

پھر آپ ﷺ نے اپنی انگشت شہادت اور درمیانی انگلی کو ملا کر اشارہ کیا۔

(صحیح بخاری:۲۰۰۵۔ابوداؤد:۵۱۵۰)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی نے بارگاہِ رسالت میں عرض کیا:

''میں جو کچھ کماتی ہوں اپنے خاوند اور اس کے بچوں پر خرچ کر دیتی

ہوں کیا اس میں میرے لئے کچھ اجر ہے"۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں دوہرا اجر ہے ایک صدقے کا دوسرا قریبی رشتے پر خرچ کرنے کا۔

(صحیح بخاری و مسلم، کتاب الزکوۃ)

معلوم ہوا کہ سسرالی افراد پر مالی...... یا جسمانی...... یا زبانی احسان کرنے میں دوہرا اجر ہے۔

ساس، سسر اور دیگر عمر رسیدہ افراد کی نگرانی:

خاوند کے والدین گرامی یا دیگر عمر رسیدہ افراد کا حق ہے کہ عورت ان کی نگرانی میں اللہ کا تقویٰ ملحوظ رکھے۔ ان کا احترام کرے۔ ساس، سسر اس کے ماں باپ کے مقام پر ہیں۔ ان کو اپنے والدین کی طرح سمجھے۔ ان کی خدمت اور عزت جذبہ اور لگن سے کرے۔ ان کی دلجوئی کرے، ان سے نرمی سے بات کرے۔ اسلام میں ہر عمر رسیدہ اور معذور کے تندرست اور جوان پر حقوق ہیں۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيْرَنَا وَلَمْ يُعْرَفْ شَرَفُ كَبِيْرَنَا.

(سنن ترمذی، ابواب البر والصلۃ۔ ابوداؤد: ۴۹۴۳)

"اس شخص کا تعلق ہم سے نہیں جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا اور

ہمارے بڑوں کے شرف وفضل کو نہیں پہچانتا"۔

یاد رہے کہ بڑھاپے اور بیماری کی وجہ سے انسان کا مزاج چڑچڑا سا ہو جاتا ہے۔ پھر جدید وقدیم روایات کا ٹکراؤ بھی سامنے آتا ہے۔ لہذا عورت کو فراخ دلی سے کام لیتے ہوئے ان کی کسی بات پر برا منانے کے بجائے احسان اور تحمل سے کام لینا چاہیے۔ عورت کو اپنا یہ فرض خلوص اور تقویٰ کے ساتھ ادا کرنا چاہیے۔ ساس سسر کی خدمت واحترام یا نگرانی کا احسان نہ مرد پر رکھے نہ کسی اور کو جتائے۔ بلکہ اللہ کی رضا اور خوشی کے لئے یہ سب کچھ کرے۔ ارشاد الٰہی ہے۔

يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تُبْطِلُوا۟ صَدَقَـٰتِكُم بِٱلْمَنِّ وَٱلْأَذَىٰ. (النساء: ٢٦٤)

"اے ایمان والو: اپنی نیکی (صدقہ) کو احسان اور جتلا کر ضائع مت کرو"۔

کبشہ بنت کعب بن مالک رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ ابن ابی قتادہ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں۔ ایک دن ابی قتادہ رضی اللہ عنہ آئے، میں نے ان کے وضوء کے لئے پانی رکھا۔ اتنے میں بلی آئی اور پانی پینے لگی، ابوقتادہ نے

برتن جھکا دیا۔ مجھے تعجب ہو تو ابو قتادہ نے کہا۔ کیا تم تعجب کرتی ہو اے میری بھتیجی؟ میں نے کہا ہاں۔ انہوں نے جواب دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ بلی نجس نہیں کیونکہ وہ عموماً تمہارے ہاں پھرتی رہتی ہے۔ (یعنی اس کا جھوٹا ناپاک نہیں)

(سنن ابی داؤد، کتاب الطہارہ، باب سؤر الھرہ: ۷۵)

معلوم ہوا کہ ساس اور سسر کی خدمت عہدِ رسالت میں بھی بہوئیں کیا کرتی تھیں۔ اور یہی ایک مسلمان بہو کو زیب دیتا ہے۔

اپنے بچوں کو خاوند کے اقرباء سے مانوس رکھنا:

عورت چونکہ اپنے بچوں کی مربیہ اور نگران ہے۔ اس لئے اس کا یہ فرض ہے کہ وہ بچوں کی تربیت میں حقوق العباد کا احساس پیدا کرے۔ دادی جان، دادا محترم، اور دیگر اقرباء کی عزت کرنا سکھائے۔ انہیں ترغیب دے کہ وہ دادی، دادا، چچا، پھوپھی، وغیرہ کے کام اپنے ہاتھ سے کریں۔ مثلاً وضو کرانا، بستر بچھانا، مسجد میں ساتھ لے جانا، تیمار داری کرنا، کھانا کھلانا۔

بچوں کے دادا، دادی ان کے والدین کی صف میں شامل ہیں۔

عورت بچوں کو ان کے مقام سے اس آیت کی روشنی میں آگاہ کرے:

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا. اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَا اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَا اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا. وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا. (بنی اسراء یل: ٢٣ ـ ٢٤)

"اور فیصلہ ہے تیرے رب کا کہ عبادت صرف اسی کی کرو اور والدین کے ساتھ نیکی کرو۔ اگر تیرے پاس ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو تو ان کو کبھی اف تک نہ کہنا اور نہ ان کو جھڑکنا اور ان سے خوب ادب سے بات کرنا اور ان کے سامنے نرمی سے انکساری سے جھکے رہنا اور یوں دعا کرتے رہنا۔ میرے رب ان دونوں پر رحمت فرما جس طرح انہوں نے مجھے بچپن میں پالا اور پرورش کی"۔

عورت بچوں کے نسبی رشتہ داروں سے میل ملاقات اور ان کے حقوق کی ادائیگی میں حوصلہ افزائی کرے بلکہ خود خیال رکھے کہ اس کے بچے

اس میں غفلت تو نہیں برت رہے۔ بچوں کی شرعی تربیت کا یہ اہم حصہ ہے۔ عورت کو چاہیئے کہ بچوں کو ان کے اپنے ددھیال سے مربوط رکھنے میں مثبت کردار ادا کرے۔

دیگر سسرالی اقرباء کے حقوق:

دیگر اقرباء کے وہی حقوق عورت پر عائد ہوتے ہیں جو ایک قرابت دار کے قرابت دار پر فرض ہیں مثلاً ہدیہ دینا، ادب واحترام کرنا، سلام کا جواب دینا، احسان کرنا، ضرورت پڑنے پر ایک دوسرے کی مدد کرنا، چھینک آئے تو اس کی الحمد للہ کا جواب دینا، تیمار داری کرنا، بیمار پرسی کرنا، جنازے میں شرکت کرنا، دعوت قبول کرنا وغیرہ۔

سسرالی اقرباء کے معاملے میں عورت کو چند ایک باتوں کا خصوصاً خیال رکھنا چاہیئے:

- اپنے خاوند کو اس کے اقرباء کے حوالے سے کوئی تکلیف نہ پہنچائے۔
- اپنے خاندان کو مرد کے خاندان کے مقابلے میں برتر ثابت کرنے کی کوشش نہ کرے۔
- مرد کے اقرباء میں کوئی عیب تلاش نہ کرے۔

❁ مرد اپنے اقرباء پر جتنا جی چاہے خرچ کرے اس سلسلہ میں اس پر کوئی قدغن لگانے کی کوشش نہ کرے۔

❁ والدین کی اطاعت اور خدمت مرد کے ذمہ ہے۔ عورت اس سلسلے میں رکاوٹ نہ بنے بلکہ اس کو ترغیب دے اور خود بھی ان کی خدمت اور اطاعت کرے۔

❁ مرد کے اقرباء کی آمد پر خوشی کا اظہار کرے اور ایسا رویّہ اختیار نہ کرے کہ وہ یہ سمجھیں کہ شاید ہمارا آنا ناگوار گزرا ہے۔

❁ جو سسرالی رشتہ دار قطع رحمی کریں، مرد کو ترغیب دے کہ ان سے بھی صلہ رحمی کرے کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

"رحم رحمان سے مشتق ہے اللہ فرماتا ہے جو اسے جوڑے گا اس سے میں جڑوں گا اور جو اسے کاٹے گا اس سے میں تعلق توڑ دوں گا"۔

(صحیح بخاری، کتاب الادب)

یاد رہے کہ صلہ رحمی کرنے والے کو اس کا بدل ادا کرنا صلہ رحمی نہیں ہے بلکہ جو تعلق توڑے اس سے بھی حسنِ سلوک کرنا صلہ رحمی ہے۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے: صلہ رحمی اور اس کے عملی پہلو)

الغرض عورت کا یہ فرض ہے کہ وہ اللہ کے اس فرمان کو پیشِ نظر رکھے:

قُوْا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا. (التحريم:٦)

"بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے اہل کو آگ سے"۔

اس کا ایک ہی ذریعہ ہے کہ وہ اللہ کے تقویٰ کو...... خلوص...... ایثار...... مروت...... احسان...... اخوت...... تحمل...... صلہ رحمی جیسی اچھی صفات کو خود اپنائے...... اپنے خاوند کو بھی یہی صفات اپنانے کی ترغیب دے۔

بہو کے حقوق...... سسرال پر

[براہِ کرم یہ معروضات ایک ایسی بیٹی کے والدین بن کر پڑھیں جو خود کسی کی بہو ہے۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:
کوئی بندہ اس وقت تک ایمان دار نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لئے وہی پسند نہ کرے جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے۔(صحیح بخاری کتاب الایمان۔صحیح مسلم، کتاب الایمان)]

بہو سسرالی نسل کی ماں:

ساس، سسر بہو کو بڑے شوق سے، اپنے بیٹے کی بیوی کی حیثیت سے لاتے ہیں۔ اس کا اپنی آئندہ نسل کی ماں کی حیثیت سے انتخاب کرتے ہیں۔ اگر ماں اچھی ہوگی تو نسل بھی اچھی ہوگی۔ ماں کے اس اہم منصب کا تقاضا ہے کہ اس کا احترام کیا جائے اس کو سازگار ماحول دیا جائے۔ تاکہ وہ آئندہ نسل کی پوری توجہ اور سکون سے تربیت کر سکے۔ بہو ان کی

بیٹی کے قائم مقام ہے۔ بہو کے سسرال پر وہی حقوق ہیں جو ایک قرابت دار کے دوسرے قرابت دار پر ہیں۔

بہو بمنزلہ بیٹی:

چونکہ بہو کی سسرال سے قرابت، ان کے بیٹے کی وجہ سے ہے، اسے مدِنظر رکھتے ہوئے بہو کا یہ حق ہے کہ سسرال: بہو کو اپنی بیٹی کی طرح سمجھیں۔ اسے ویسا ہی شفقت، محبت اور پیار دینے کی کوشش کریں۔

بہو اپنے والدین سے جدا ہو کر نئے گھر میں آتی ہے۔ ساس اور سسر بحیثیت ماں اور باپ ہیں لہذا اس سے صرف آغاز ہی میں نہیں بلکہ ہمیشہ ایسا رویہ رکھیں کہ وہ انہیں حقیقی والدین کی طرح سمجھنے لگے۔ بہو کے والدین اور اقرباء کی عزت کریں۔

اگر اس کے کردار یا عادت میں کوئی خامی نظر آئے تو اسے بڑے خلوص، پیار اور حکمت کے ساتھ دور کرنے کی کوشش کریں باہم کوئی غلط فہمی ہو جائے تو پیار اور حکمت کے ساتھ رفع کر لیں۔

عیب تلاش کرنا...... الزام تراشی کرنا...... برے نام رکھنا...... بدگمانی

یا غیبت کرنا وہ بری باتیں ہیں جن سے اسلام نے سختی سے منع کیا ہے۔
لہٰذا بہو کے حوالے سے ان برائیوں کو اپنے دل میں مت راہ پانے
دیں۔ ورنہ گھر کا سکون غائب ہو جائے گا اور نہ ختم ہونے والے باہمی
خدشات پیدا ہو جائیں گے۔

اپنا گھر:

اسلام نے عورت کو یہ حق دیا ہے کہ اسے نکاح کے بعد شوہر ایسا گھر
مہیا کرے جہاں دونوں (شوہر و بیوی) آزادانہ رہ سکیں۔
قرآن حکیم کی متعدد آیات اور احادیث کھلم کھلا عورت کے اس حق کا
اظہار کرتی ہیں۔ ارشاد ہے:

وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ. (الاحزاب:۳۲)

”اور اپنے گھروں میں جمی بیٹھی رہو“۔

سورہ نور میں استیذان کا حکم بھی ثابت کرتا ہے کہ شوہر والی عورت کا
گھر علیحدہ ہونا چاہیے۔

خود رسول ﷺ نے اپنی ہر زوجہ کو رہائش کے لیے علیحدہ گھر دیا۔

ہمارے موجودہ معاشرے میں عورت کو الگ گھر دینے کی بجائے یہ کوشش کی جاتی ہے کہ وہ سسرال کے ساتھ مشترکہ رہائش میں ہی رہے۔

ایک ہی گھر میں رہنے کی وجہ سے دیور' جیٹھ اور نندوئی وغیرہ سے پردے کی جو مشکلات پیش آتی ہیں' وہ تو آتی ہی ہیں اس کے علاوہ عورت اپنے شوہر کے لیے زیب وزینت تک نہیں کرسکتی جو اس کے شوہر کا بنیادی اور لازمی حق ہے۔ جو عورت الگ گھر کا مطالبہ کرے اسے بہت جھگڑالو بہو سمجھا جاتا ہے۔(اس موضوع کی تفصیل جاننے کے لیے دیکھیے رہائش مشترکہ یا الگ)

والدین کو چاہیے کہ وہ بہو کو الگ گھر دینے میں بیٹے کی معاونت کریں۔ تاکہ وہ آزادانہ اور خوشگوار زندگی گزار سکیں۔ بہو کے دیگر معاملات اور انتظام وانصرام میں دخل اندازی سے حتی الامکان گریز ہی بہتر ہے۔ کیونکہ وہ اپنے گھر کی خود مالکہ ہے۔ ربتہ البیت ہے۔

سسرالی مردوں سے پردہ:

سسرال کے تمام مرد بہو کے لیے نامحرم ہیں سوائے سسر کے، اللہ

تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے ان کو محرم قرار نہیں دیا۔ لہٰذا بہو کا یہ حق ہے کہ سسرال اسے ان افراد سے حجاب کے تمام مواقع خود مہیا کریں تا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی نہ ہو۔

ہمارے معاشرے میں جو بہو سسرالی عزیزوں سے پردہ کرے، اس کے اس رویے کو ساس سسر بلکہ خود خاوند بھی ناپسند کرتے ہیں۔ حالانکہ ایک مسلمان اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کے خلاف ناپسندیدگی کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔ سسرالی مردوں سے حجاب عورت کا وہ حق ہے جو اسے نہ ملے تو وہ مرد سے علیحدگی کا مطالبہ بھی کرسکتی ہے۔ چنانچہ شیخ ابن باز سے ایک خاتون نے سوال کیا تو انہوں نے جواب دیا۔

اگر خاوند اس بات پر مجبور کرتا ہے تو بیوی پر اس کی اطاعت واجب نہیں۔ اطاعت صرف نیکی کے کاموں میں ہے۔ عورت پر پردہ کرنا ضروری ہے چاہے اس کی پاداش میں مرد اسے طلاق ہی کیوں نہ دے دے۔ (فتاویٰ برائے خواتین، ص ۲۱۴)

مشترکہ رہائش کی صورت:

اگر کسی وجہ سے بہو کو سسرال کے گھر رہنا پڑے تو ایسی صورت میں ساس گھر کی مالکن ہے اور بہو کے حقوق کی نگہداشت کرنا اس کا فرض ہے۔ لہٰذا اسے چاہیے کہ وہ بہو پر کوئی ایسا بوجھ نہ ڈالے۔ جو اس کی ذمہ داری سے زائد ہو، اس کی بیماری کا خیال رکھے۔ اپنے بیٹے' بیٹیوں کو بہو کا بہن کی حیثیت سے احترام کرنے کی تلقین کرے۔ بہو کے جذبات کا خیال رکھے۔

بیٹے سے بہو کو اس کا حق دلائیں:

والدین اپنے بیٹے سے اپنی بات منوانے کا حق رکھتے ہیں۔ نیز اپنی اولاد کے غلط صحیح رویے کے بارے میں وہ اللہ کے ہاں جواب دہ بھی ہیں۔ لہٰذا بیٹے کو اپنی بیوی کے حقوق ادا کرنے کی ترغیب دیں۔ مثلاً:

- بیوی کے جذبات کا احترام کرنا۔
- اس کے ساتھ محبت کے ساتھ پیش آنا۔
- اس کی ضروریاتِ زندگی احسن طریقے سے پورا کرنا۔

❁ بیوی کی بیماری میں اس کا خیال رکھنا۔

❁ بیوی کو اس کے ماں اور باپ یا بہن بھائیوں کے حوالے سے کسی تکلیف دہ رویہ سے گریز کرنا۔

❁ بیٹا بیوی سے حسن سلوک سے پیش آئے گا تو یہ اسوۂ رسول ﷺ کے عین مطابق ہے جب کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

''تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لیے بہتر ہے اور میں سب سے زیادہ اپنے گھر والوں کے لیے بہتر ہوں''۔

(سنن ترمذی، ابواب الرضاعۃ)

ایک مسلمان ساس' سسر کی یہ بھرپور کوشش ہونی چاہیے کہ ان کا بیٹا اپنی گھر والی کے لیے بہترین خاوند ثابت ہوتا کہ آخرت میں اس حوالے سے اسے ناکامی کا منہ نہ دیکھنا پڑے۔

بہو کا خیال رکھنے سے خود ان کے بیٹے کی زندگی خوشگوار رہے گی اور ان کا اپنا دل بھی سکون وراحت محسوس کرے گا جب کہ آخرت کا سکون اس پر مزید انعام ہوگا۔ ان شاء اللہ!

بیٹے کی مردانہ صحت اور والدین کی ذمہ داری:

ہمارے ہاں بہو کے معاملے میں ایک ناانصافی یہ ہے کہ والدین کو معلوم بھی ہو کہ ہمارا بیٹا ازدواجی تعلق کے قابل نہیں پھر بھی اس کا نکاح کر دیتے ہیں۔ لڑکیاں چونکہ حیادار ہوتی ہیں، اس لئے کئی سال تک تو وہ خود بھی مرد کے اس عیب کو ظاہر نہیں کرتیں۔ بالفرض عیب ظاہر ہو بھی جائے تو عورت کو معلوم ہوتا ہے کہ طلاق کے بعد اس کو معقول جگہ ملنا مشکل ہے۔ یوں عورت صبر و شکر کر کے...... اپنی طبیعت پر جبر کر کے زندگی نکاح ہونے کے باوجود کنوار پن میں گزار دیتی ہے حالانکہ یہ وہ بنیادی حق ہے جس کے حصول کے لئے نکاح کیا جاتا ہے۔ اسلام اس معاملے میں عورت کو اختیار دیتا ہے کہ وہ اس صورت میں طلاق یا خلع حاصل کر لے۔ اگر بیوی میں کوئی عیب ہو تو مرد تو دوسرا نکاح کر لیتا ہے، لیکن اگر وہ خود عیب دار ہو تو وہ چاہتا ہے کہ اس کی بیوی اس نقص کو کسی پر ظاہر بھی نہ کرے اور اس کے ساتھ زندگی بھی گزار دے۔

والدین اگر بیٹے کے نقص سے واقف نہیں تھے تو بھی جب انہیں پتہ

چل گیا انہیں چاہئے تھا کہ وہ بہو کو اپنی بیٹیوں کی طرح بیٹے کے نکاح سے آزاد کر کے اس کا کہیں اور نکاح کرنے میں اس کی مدد کرتے یا کم ازکم اسے آزاد ہی کرا دیتے تاکہ وہ اپنے اصل ولی کے پاس لوٹ سکے۔ اکثر لوگ اس معاملے میں لاپرواہی کا شکار ہیں وہ یہ چاہتے ہیں کہ ان کے بیٹے کو خدمت گزار لونڈی، یا دل بہلانے والی ساتھی میسّر رہے۔ چاہے وہ دل سے ان کے بیٹے کو کتنی ہی بددعائیں دے۔ ایسے میں وہ بے راہ ہو جائے تو.......... بلکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جاہل عورتیں کسی پیر اور بابے کے چکر میں پھنس گئیں اور بچے کی ماں بن گئیں۔ اب مرد بولے تو اپنا عیب کھلتا ہے' چپ رہے تو ناجائز بچے کا باپ بننا پڑتا ہے۔ اس تمام حرام کاری کا گناہ کس کے سر ہے؟

قرآن پاک میں تو حکم یہ ہے کہ۔

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِىْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ. (البقرۃ: ۲۲۸)

اس حکم میں.....زوجیتِ کا حق ہی اولیت رکھتا ہے۔ اسی حق کی وجہ سے ہر بیوی کی باری مقرر کی گئی ہے۔

اسی حق کی وجہ سے عمر رضی اللہ عنہ نے ہر مجاہد کو چھٹے مہینے چھٹی دے کر گھر بھیجنے کا حکم دیا۔

ایلاء کیا ہے؟ یہی نا کہ بیوی کے پاس نہ جانے کی قسم کھا لینا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو بھی چار ماہ میں مقید کر دیا تا کہ بیوی کا یہ حق رکا نہ رہے۔

عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے والد نے میرا نکاح ایک قریشی لڑکی سے کر دیا لیکن میں بدستور اپنی عبادات میں مشغول رہا۔ ایک دن میرے والد نے اپنی بہو سے کہا (كَيْفَ وَجَدْتِ بعلك) تو نے اپنے شوہر کو کیسا پایا؟ بہو نے کہا بہترین آدمی ہیں دن بھر روزہ رکھتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔ (وَلٰكِنْ لَمْ تَفْتَشْ لَنَا كِنَفًا وَلَمْ يُعْرَفْ لَنَا فِرَاشًا) لیکن اب تک ہمارے گوشہ تنہائی میں نہیں آئے اور نہ ہمارے بستر کے قریب ہوئے۔

یہ سن کر میرے والد مجھے ڈھونڈتے ہوئے مسجد میں آئے۔ مجھے دیکھ کر بے حد ملامت کی پھر بھی غصہ فرو نہ ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میری شکایت کر دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلا کر فرمایا:

''میری سنت میں جس طرح نماز اور روزے کا اہتمام داخل ہے، اسے طرح کھانا پینا اور بیوی سے تعلق رکھنا بھی میری سنت ہے۔لہذا تم پر تمہارے نفس کا بھی حق ہے اور تمہاری بیوی کا بھی حق ہے''۔

(مسند احمد۔صحیح بخاری، ج:۲۱، باب فضائل القرآن)

بے شک عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی طرح ایک ذمہ دار سسر یا ساس کا یہ فرض ہے کہ وہ بیٹے کی غلطیوں پر اسے ڈانٹیں ڈپٹیں' اسے احساس دلائیں جو وہ اپنی بیوی کے حقوق کی ادائیگی کے معاملے میں کر رہا ہے۔ ساس اور سسر خود ہی ٹھنڈے دل سے سوچیں اگر یہی معاملہ ان کی بیٹی کے ساتھ ہو تو......اس پر ان کا کیا ردِّعمل ہو گا۔نکاح کے بعد اولاد نہ ہو تو عورت کو نقص دار تصور کیا جاتا ہے' اس کے علاج کی طرف توجہ دی جاتی ہے حالانکہ دورِ حاضر میں ایسی بیماریاں مردوں میں عام ہیں لیکن والدین یہ تسلیم ہی نہیں کرتے کہ ان کا بیٹا بھی ایسی بیماری میں مبتلا ہو سکتا ہے۔ ساس، سسر جو تمام ذمہ داری قبول کر کے بہو کو لاتے ہیں۔اگر مرد کوئی زیادتی کرتا ہے تو وہ اس کی مدد نہیں کریں گے تو اور کون کرے گا؟ خصوصاً ساس جو خود عورت ہے، اپنی بہو سے بیٹے کی کارگزاری، صحت اور سلوک

وبرتاؤ کے متعلق جاننا چاہے تو جان سکتی ہے۔ یاد رکھیے کہ بیٹے کو بیوی کے حقوق ادا کرنے کی ترغیب دینا ہی...... بلکہ زبردستی اس کو بیوی کے حقوق ادا کرنے کا پابند بنانا ہی......ان کے بیٹے کے لئے آخرت کی سزا سے رستگاری کا باعث ہے۔

بہو کو طلاق دلوانے کا حق:

بعض والدین یہ سمجھتے ہیں کہ انہیں بہو کو بیٹے سے طلاق دلوانے کا حق حاصل ہے۔ جس کی بنیاد یہ مندرجہ ذیل واقعات ہیں:

① اسماعیل علیہ السلام نے بڑے ہوئے تو نکاح کرلیا۔ ابراہیم علیہ السلام ملاقات کے لئے آئے تو اسماعیل علیہ السلام گھر میں نہیں تھے۔ آپ نے ان کی بیوی سے ان کا حال دریافت کیا۔ بیوی نے معاشی حالت کا اس انداز میں ذکر کیا گویا وہ اس پر مطمئن نہیں۔ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا" "اسماعیل آئیں تو انہیں میرا سلام کہنا اور پیغام دینا کہ اپنے گھر کی چوکھٹ بدل لیں"۔

جب اسماعیل علیہ السلام آئے، پیغام سنا تو بیوی سے کہا: یہ میرے والد تھے جو کہہ گئے ہیں کہ بیوی کو طلاق دے دو۔

اسماعیل علیہ السلام نے پہلی بیوی کو طلاق دے کر دوسری بیوی سے نکاح کر لیا۔ آئندہ سال ابراہیم علیہ السلام آئے تو اسماعیل علیہ السلام گھر پر نہیں تھے۔ دوسری بیوی نے حسنِ اخلاق کا مظاہرہ کیا۔ جب انہوں نے حال دریافت کیا تو کہنے لگیں:

''ہم گوشت کھاتے ہیں اور ٹھنڈا پانی نوش کرتے ہیں''۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ بہت اچھی گزران ہے۔ ابراہیم علیہ السلام نے کہا۔

''اسماعیل آئیں تو ان کو میرا سلام دینا اور کہنا کہ اپنی چوکھٹ کی حفاظت کرنا''۔

② ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے سے کہا تھا کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دیں چنانچہ انہیں اطاعت کرنا پڑی اور طلاق دے دی۔

❁ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میری زوجیت میں ایک عورت تھی اور مجھے اس سے محبت تھی۔ مگر عمر رضی اللہ عنہ اسے ناپسند کرتے تھے۔ انہوں نے مجھے کہا کہ اسے طلاق دے دو۔ عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ اس عورت کو طلاق دے دو۔

(ابوداؤد: ۵۱۳۸۔ ابن ماجہ: ۲۰۸۸)

جہاں تک ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ کا تعلق ہے تو وہ ایک رسول تھے۔ بحیثیت رسول ان کی بات وحی تھی۔ انہوں نے بہو کا جواب سن کر نبوی فراست یا وحی کے حصول کی وجہ سے درست نتیجہ اخذ کیا۔

بہو نے جب حالات کی ناسازگاری کا شکوہ کیا تو آپ سمجھ گئے کہ یہ عورت ناشکری ہے اور اس کے دل میں دنیا اور اس کے مال و متاع کی حرص موجود ہے۔ اسماعیل علیہ السلام نے جس عظیم نسل اور امت کا جدِ اعلیٰ بننا تھا اس کے لئے یہ موزوں ماں نہیں تھی لہٰذا اسے طلاق دے کر صالح عورت کا انتخاب کیا گیا۔

بحیثیت ایک امتی کے اسماعیل علیہ السلام کا فرض تھا کہ وہ ابراہیم علیہ السلام کے حکم پر عمل کرتے۔

❁ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بیٹے کو اس لئے طلاق دینے پر مجبور کیا تھا کہ وہ بیوی کی محبت کو جہاد پر ترجیح دینے لگے تھے۔ جب کہ ارشادِ ربانی ہے:

قُلْ اِنْ كَانَ آبَاۗؤُكُمْ وَاَبْنَاۗؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ِ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ

تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَأْتِيَ اللّٰهُ بِأَمْرِهٖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِيْنَ. (التوبة: ٢٤)

''کہہ دیجئے اگر تمہارے باپ دادا اور تمہارے بیٹے اور بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارا خاندان اور تمہارا مال جو کمایا ہے تم نے اور وہ تجارت جس کے نقصان سے تم ڈرتے ہو اور جن مکانوں کو تم پسند کرتے ہو تم کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے اور اللہ کی راہ میں جہاد سے زیادہ پیارے ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ بھیجے اور اللہ فاسق قوم کو ہدایت نہیں دیتا''۔

اگر آج بھی کوئی ایسی عورت ہو جو اپنے خاوند کو جہاد سے روکنے یا گناہِ کبیرہ پر کاربند کرنے کا سبب بن رہی ہو تو والدین دباؤ ڈال کر اس کی بیوی کو طلاق دلوا سکتے ہیں تا کہ بیٹا جہنم کا ایندھن بننے سے محفوظ رہ سکے۔ لیکن ذاتی عناد، یا ذاتی پسند یا ناپسند کی بنا پر بیٹے کو اس کی بیوی سے متنفر کرنا یا طلاق دینے پر آمادہ کرنا انتہائی برا رجحان ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جس نے کسی عورت کو اس کے شوہر کے خلاف ابھارا وہ ہم میں سے نہیں۔ (طبرانی فی الاوسط)

❀ عمر رضی اللہ عنہ وہ ہستی ہے جن کے رائے کی تائید میں وحی نازل ہوتی رہی، لہٰذا ان کا فیصلہ درست تھا۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے ایک باپ نے کہا کہ میں بیٹے کو کہتا ہوں کہ اپنی بیوی کو طلاق دے دو اور وہ میری بات نہیں مانتا جب کہ عمر رضی اللہ عنہ کی مثال موجود ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا: نہ تو تم عمر جیسے ہو اور نہ تمہارا بیٹا ابن عمر ہے۔

لہٰذا باپ کے کہنے پر بیٹے کا بیوی کو طلاق دینے کا استدلال درست نہیں۔

والدین غور سے جائزہ لیں کہ...... کیا ان کا بیٹا نکاح سے قبل پکا نمازی تھا۔ شرک سے دور تھا۔ پابندِ صوم وصلوٰۃ تھا، حرام کمائی سے بچتا تھا۔ اس کا حلیہ سنت کے مطابق تھا، غضِ بصر پر کاربند تھا، امانت دار اور وعدے کا سچا تھا۔ موسیقی، نشہ وغیرہ سے دور تھا۔ غرض کوئی ایسی برائی جسے

اسلام میں اللہ تعالیٰ کی لعنت، غصے یا ناپسندیدگی کا موجب قرار دیا گیا ہے...... نکاح سے قبل ان کے بیٹے میں موجود نہ تھی لیکن بیوی کی ترغیب نے اس کا عادی بنا دیا تو والدین بیٹے کو طلاق کا مشورہ دے سکتے ہیں۔

ہمارے معاشرے کے لئے یہ بہت صحت مند، ایمان پرور، بات ہو گی کہ والدین اپنی اولاد کو گناہِ کبیرہ سے دور رکھنے کا تہیہ کر لیں...... ان کے لئے صالح اور متقی بیوی تلاش کریں۔ اپنی بھرپور کوشش کے باوجود بھی اگر بیوی بیٹے کو کسی غیر اسلامی، منکر کام پر ابھارے تو اسے روکنے اور سمجھانے کی پوری کوشش کریں۔

بعض جگہ یوں بھی ہوا کہ جب نکاح ہوا تو بیٹا اور بہو یا خود ساس اور سسر بھی اسلام کے بارے میں غفلت کا شکار تھے۔ پھر اللہ نے ان کو سوجھ بوجھ دی۔ انہوں نے زندگی کی اقدار اور نصب العین کو اسلام کے مطابق کر لیا لیکن بیوی اپنے آپ کو نہیں بدل سکی۔ اس کا حل کیا ہو؟ بعض لوگ ایسے میں جلد بازی سے کام لیتے ہیں اور بیوی کو زبردستی اسلامی اقدار کا پابند بنانا چاہتے ہیں اور نہ ماننے پر اسے کئی قسم کی دھمکیاں یا طعنے

دیتے ہیں۔ دین پسندی کا جذبہ اپنی جگہ مستحسن ...... لیکن جلد بازی اور سختی کے بجائے حکمت اور تدبر سے کام لیں۔ دھیرے دھیرے، میٹھے اور اچھے انداز میں سمجھانے کی کوشش کریں اس کا نتیجہ بہت اچھا ہوگا۔ بیوی کی اصلاح کرتے کرتے اپنا اخلاق بچانے کی کوشش کریں۔ البتہ طویل عرصہ گزر جائے۔ بیوی اپنا مزاج نہ بدل سکے۔ یا گھر میں اس کی اسلامی اقدار سے دوری کی وجہ سے کوئی بڑی خرابی جڑ پکڑ رہی ہو تو پھر اس کے لئے تادیبی کار روائی کی جاسکتی ہے جو شرعی حدود کے مطابق ہو۔

❀❀❀

حرفِ آخر

انسان اس دنیا میں مختلف قسم کی پریشانیوں میں گھرا رہتا ہے۔کبھی مالی مشکلات، کبھی سیاسی انتشار، کبھی علاقائی تعصب کی آلودگی، کبھی خاندانی تفاخر، کبھی ذہنی کشمکش، کبھی گھریلو چپقلش، کبھی تعلیمی مسائل، کبھی جسمانی بیماریاں، کبھی حادثات کا حملہ۔

اسلام خود دینِ فطرت ہے اس میں سلامتی ہی سلامتی کی خوشبوئیں ہیں۔ یہ دین اپنے دامن میں پناہ لینے والے کو دنیا، برزخ اور آخرت تینوں عالم میں حزن وغم سے نجات کی ضمانت دیتا ہے۔امن وسلامتی، فلاح ومسرّت کا یقینی پیامِ جانفزا سناتا ہے۔ ہمارے خاندانوں اور افراد کی صحت وسلامتی کے لئے اسلام ہمیں تین بنیادی ذرائع عطا کرتا ہے۔

① علاج :۔انتہائی عادلانہ، منصفانہ اور جامع احکام وفرائض جنہیں ادا کرنے کا ہر مسلمان مکلّف ہے۔ اگر ادا نہ کرے تو کوئی برتر ادارہ ادا کرنے کے لئے زبردستی کرنے کا حق رکھتا ہے۔ان کی فہرست مختصر ہے لیکن مستحکم، مضبوط، حق واعتدال پر استوار۔

② احتیاط:۔ علاج اپنی جگہ لیکن خاندانی عمارت کے تحفظ کے لئے جب تک ہم اپنے دل کی گہرائی، اپنے کردار، گفتار اور رفتار کی چار دیواری سے بغض...... حسد...... کینہ...... نفرت...... بخل...... حرص...... ہوس...... غرور...... تکبر...... تفاخر...... کذب...... نفاق...... ریا...... تجسّس (ٹوہ لگانا) تمسخر...... عیب جوئی...... غیبت چغلی...... گالی...... غرض ہر کمینے اور کریہہ رویّے کو تندہی کے ساتھ باہر نہیں پھینکیں گے مطلوبہ نتائج حاصل نہیں ہوں گے۔ ان کے بجائے خاندانی عمارت کی تنظیم کے لئے اخلاقِ فاضلہ کے جھلمل کرتے امن بخش رنگ...... آدابِ ستودہ کے قائم ودائم مینار...... معروف کے نقرئی رویّے اپنانا ہوں گے جو اپنے مختلف خوبصورت...... امن وسکون...... راحت وٹھنڈک بھرے درج ذیل عنوانات کے ساتھ نظر آتے ہیں۔

تقویٰ...... وفا...... خلوص...... اخوّت...... محبت...... باہمی تعاون...... شفقت...... حیا...... عفّت...... صدق...... حلم...... خیر خواہی...... احسان ......عدل......مروّت......عفو......ایثار......تحمل...... یہ سب اسلامی طرزِ معاشرت کا حسن وجمال ہے۔ انہی کے دم سے ہمارا معاشرہ سدا بہار سکون و مسرّت سے ہمکنار ہوگا ان شاء اللہ۔

دعا:

علاج اور احتیاط کے ساتھ مطلوب و مقصود کے حصول کے لئے اللہ تعالیٰ نے مسلمان کو پریشانیوں، دکھوں اور الجھنوں سے بچنے کے لئے ایک ڈھال مہیا کی ہے۔ جس کے لئے ایمان، توکل، یقین کامل اور مسنون الفاظ کی ضرورت ہے۔ حروف سے ترتیب دی ہوئی یہ ڈھال دفاع کا بہترین ذریعہ ہے علاج اور احتیاط سب اس کے بل پر حاصل کئے جا سکتے ہیں۔ اس ڈھال کا نام دعا ہے۔

اسلامی معاشرت سے حزن و اضطراب دور کرنے اور مسرّت و سکون کے حصول کے لئے چند ایک دعاؤں کا متن پیش کیا جا رہا ہے۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ سَرِیْرَتِیْ خَیْرًا مِنْ عَلَانِیَتِیْ وَاجْعَلْ عَلَانِیَتِیْ صَالِحَةً اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْئَلُکَ مِنْ صَالِحِ مَا تُؤْتِی النَّاسِ مِنَ الْاَھْلِ وَالْمَالِ وَالْوَلَدِ غَیْرَ الضَّالِ وَلَا الْمُضِلِّ. (رواہ الترمذی)

"اے اللہ! میرے باطن کو ظاہر کے مقابلہ میں بہتر بنا دے اور میرے ظاہر کو بھی ٹھیک کر دے۔ یا اللہ میں تجھ سے اس چیز کی بہتری کا سوال کرتا ہوں جو تو لوگوں کو دیتا ہے۔ اہل سے مال سے اور اولاد سے جو کہ نہ (خود)

گمراہ ہوں نہ (کسی دوسرے کو) گمراہ کریں"۔

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا. (الفرقان:٧٤)

"اے ہمارے پروردگار ہمیں بیویوں اور اولادوں کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں متقی لوگوں کا امام بنا دے"۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ يَوْمِ السُّوْءِ وَمِنْ لَيْلَةِ السُّوْءِ وَمِنْ سَاعَةِ السُّوْءِ وَمِنْ صَاحِبِ السُّوْءِ وَمِنْ جَارِ السُّوْءِ فِیْ دَارِ الْمُقَامَةِ. (طبرانی)

"اے اللہ! میں اپنے گھر میں برے شب و روز، بری گھڑی برے ساتھی برے ہمسائے سے تیری پناہ چاہتا ہوں"۔

❀❀❀

ہماری مطبوعات

مدح مزمل (مجلد)
مضامینِ مسعود
مدینہ منورہ اسماء اور فضائل
شہادت گہِ الفت میں
لواء الجہاد (مجلد)
وسیع الصفات اللہ (مجلد)
مخلوط تعلیم
لاشوں پر رقص (مجلد)
غیر مسلوں کی مصنوعات اور ہم
صحافت اور اس کی اخلاقی اقدار
حدود کی حکمت، نفاذ، قتلِ غیرت
علیم وخبیر کے نام خطوط
خطوطِ مسعود (اول)
خطوط مریم
میرا مطالعہ
گداگری
بدعت کیا ہے؟
ندہ کا مردہ کے لیے ہدیہ اور قرآن خوانی
پتنگ بازی موسمی تہوار یا؟
رجب کے کونڈے، شبِ معراج
شب برات
ویلنٹائن ڈے
اپریل فول
عید میلاد النبی
مبارک باد کے آداب
سالگرہ
آتش بازی اور لائٹنگ
استخارہ کیوں اور کیسے؟
ماہ ذوالحجہ کے فضائل
لفظ اللہ کا ترجمہ خدا کیوں؟
کافروں کے تہواروں پر ہمارا طرز عمل

رشتے کیوں نہیں ملتے
منگنی اور منگیتر
نکاح میں ولی کی حیثیت
لومیرج
بری اور بارات
شادی کی رسومات دعوتیں اور ان میں شرکت
مہر بیوی کا اولین حق
بہو اور داماد پر سسرال کے حقوق
عورت اور میکہ
ساس اور بہو
دیور اور بہنوئی
بیویوں میں عدل
بیویوں کے باہمی تعلقات
مسلمان مرد وعورت کا اہلِ کفر سے نکاح
عورت کا لباس
پردہ اور خاندان
غضِ بصر اور مرد حضرات
پردے کی اوٹ سے
عورتیں اور بازار
حج میں چہرے کا پردہ
صنف مخالف کی مشابہت
حفظِ حیا گفتگو اور تحریر
حفظِ حیا اور محرم رشتہ دار
حفظ حیا اور کنواری لڑکیاں
نسوانی بال اور ان کی آرائش
مخلوط معاشرہ
حفظِ حیا اور ازدواجی زندگی
آواز کا فتنہ
بیوہ کی عدت
سوتیلی ماں اور اولاد
عورت میت کا غسل وتکفین
بچہ گود لینا

عورت اور گھر میں دعوت دین
مطلقہ خواتین اور ان کے مسائل
خطوطِ مسعود
محرم مرد اور ان کی ذمہ داریاں
بدنی طہارت کے مسائل
نیا چاند اور ہماری روایات
روزوں کے مسائل
فطرانہ
سحری افطاری اور افطاریاں
چاند رات
اعتکاف اور خواتین
مبارک باد کے آداب
عید کارڈ
حروف کے درمیان مقابلہ بیت بازی
پیارے نبیؐ کے ردیف صحابہ (ساتھ سوار ہونے والے)
رحمۃ للعالمین کی جانوروں پر شفقت
پورا تول
وہ چاول تھے
تاج پوشی
دو خط
اور شطونگڑا ہار گیا
اوں ھوں
بچے اور کھیل
شہادتین (توحید ورسالت)
شاہی قبا
حدیثِ نبوی کے چند محافظ
ننھے حارث کا خواب
ننّی منّی سوچیں
ننّی منّی سوچیں
ممتا کے بول
شاخِ گل
آہا نکلا چاند

مشربۂ علم و حکمت
0321-4609092